

## پُر اسرار بے ہوئی

فاروق احمد بھٹی نے اس گاڑی کو آنکھیں پھاڑ چاہ کر دیکھا۔ رات کا ایک بجا تھا، شدید سردی کے دن تھے اور اپنی چیک پوسٹ پر وہ تھنا کھڑا تھا۔ کہ وہ سیاہ رنگ کی کار آ کر رکی۔ اس کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ اور اندر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی حرمت کا سبب وہ گاڑی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلے بھی اس قسم کی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔ ایک عمر گزر گئی تھی، اسے چیک پوسٹوں پر ڈیونی دیتے ہوئے۔ وہ ایک آفیسر کمانڈو تھا۔ اپنے دلن سے محبت کرنے والا اور اس کی خاطر جان تک دینے کا جذبہ رکھنے والا۔ کسی گاڑی پر اسے شمک گزرتا تو وہ چیک کیے بغیر کبھی اسے جانے نہ دیتا۔ اور اس قسم کی گاڑی تو اس نے پہلے بھی دیکھی ہی نہیں تھی۔

وہ بہت لمبوری سخی کا ر تھی۔ باکل زین سے لگی خسوس ہو رہی تھی، اس کی چورائی بہت کم تھی۔ لمبوری ہونے کے ساتھ ساتھ وہ باکل گولائی میں بھی تھی متین گولائی کا سکنے تھے اس کو۔

فاروق احمد نے لمحہ لمحہ کر کے شیشہ گرانے کا اشارہ کی۔ دوسرے ہی لمحہ شیشہ خودرا سانچے ہوا اور پھر وہ زدہ سے اچھلا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے چل گئیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو اس کے ماتحت اس پر جھکے ہوئے تھے۔ وہ اسے اٹھا کر کیس میں لائے تھے۔ جب وہ ڈیوٹی پر تناکھڑا تھا تو اس کے ماتحت کیس میں بیٹھے آگ تاپ رہے تھے۔ انھیں فاروق احمد کی عادت بہت بُری لگتی تھی۔ کہ اتنی رات گئے بھی ڈیوٹی پر کھڑا رہتا تھا۔ جتنی وہے کے پا تاپ کے ذریعے مرلک تو رکی ہوتی تھی، ہی۔ کوئی گاؤڑی آئے گی تو اس کو توڑ کر تو گزد نہیں جائے گی۔ اسے دکنا ہی پڑے گا۔ اور وہ باہر نکل کر اس کی تلاشی لے سکتے ہیں، لہذا اس غصب کی سردی میں باہر کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

یہ خیالات اس کے ماتحتوں کے تھے۔ اس کے نہیں، اس کا کہنا تھا۔ ڈیوٹی ڈیوٹی ہے۔ اور ہماری ڈیوٹی کیس کے اندر بیٹھنے کی نہیں ہے۔ کھڑے ہو کر ڈیوٹی دینے کی ہے۔ چاہے آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے دوران ایک گاڑی بھی نہ گزرے۔ اس کے ماتحت اس پر مسکرا دیا کرتے تھے۔ یعنی اسے ان کے مسکرانے کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔ دیے اس کے ماتحت اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ یکونکہ وہ ایک بہترین انسان تھا۔ ڈلن سے محبت تو کرتا ہی تھا۔ اپنے ماتحتوں سے بھی بہت اخلاق سے پیش آتا تھا۔

"وہ۔ وہ کار۔"

"کار۔ نہیں تو سر۔ دلائی تو کوئی کار نہیں تھی۔ آپ ہمیں کھڑے نظر نہ آئے تو ہم نے باہر نکل کر دیکھا۔ آپ بے ہوش پڑے تھے۔ ایک نے بتایا۔

"اور دلائی کوئی کار نہیں تھی؟"

"جی نہیں۔ باکل نہیں۔"

وہ سوچ میں ڈوب گی۔ ان لوگوں کو بتائے یا

آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ بتا دے:

منسنو! ایک سیاہ رنگ کی کار آ کر رکی تھی۔ بہت لمبوری

اور گولانی میں — زمین سے بالکل چکی ہوئی لگ رہی تھی — مطلب یہ کہ اُپر کو اٹھی ہوتی نہیں تھی — اس کے شیشے پڑھتے ہوئے تھے — ظاہر ہے — اتنی سردی میں شیشے گرا کر کون سفر کر سکتا ہے — میں نے شیشے گرانے کے لیے ٹھنڈک ٹھنڈک کی — شیشے تھوڑا سا بیچے سر کا — پھر جانتے ہو — میں نے کیا دیکھا؟

”کیا دیکھا؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

”میں نے کار میں ایک عجیب و غریب قسم کا انسان دیکھا — کم از کم وہ اس دنیا کا انسان ہرگز نہیں تھا — اس کا سر بالکل گول — فٹ بال جساتھا — فٹ بال پر آنکھیں، منہ، ناک اور سر پر بال نظر آ رہے تھے — باقی جسم میں دیکھا ہی نہ سکا — شاید میں بے ہوش ہو گی تھا۔

”یہ ٹھیک ہے سر — آپ بے ہوش ہو گئے تھے، یہ میں سردی سے — آپ نے ضرور بے ہوشی کے عالم میں خواب دیکھا ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں نہ تو اس قسم کی کادیں کیمیں ہیں — نہ اس قسم کے گول سروں والے انسان — ایک بولا۔

”میں جانتا تھا — تم یہی کو گے — خیر۔“ وہ کندھے

آچکا کر رہ گیا۔

اس کے ماتحت مُکرا دیے۔

دوسرا دن پھر بالکل ٹھیک ایک بجے رات کو — بالکل ویسی ہی کار آ کر رکی — فاروق احمد جٹی نے ایک بار پھر آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر اس کار کو دیکھا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی — کیمن کے دروازے پر جاتے ہی اس نے کہا:

”او — آکر خود دیکھ لو — کل والی کار پھر آئی ہے۔“

آج تم بھی اس میں بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ لو۔“

اس کے ماتحت چونک اٹھے — فوڑا باہر نکلے — انھوں نے بھی کار کو آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھا — پھر ٹھنڈک کی گئی — شیشہ ذرا سا بیچے سر کا اور پھر انھوں نے اندر بیٹھے، ہوتے شخص کا سر دیکھا۔

دوسرا دن، ہی لمحے جوہ سب تڑا تڑا گرے اور پھر بے ہوش ہو گئے — فاروق احمد جٹی بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو گیا — حالانکہ وہ اس شخص کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

آدھ گھنٹے بعد ان سب کو ہوش آگیا:

”اب کی خیال ہے — کیا تو سب نے بھی خواب

دیکھا ہے: فاروق احمد نے مسکرا کر کہا۔

"نن۔ نہیں۔ یہ خواب نہیں تھا۔ اور اس کا مطلب ہے۔ بخارے بے ہوش ہونے کے بعد وہ کارے نجیب اُترتا ہو گا۔ اس نے پاسپ ہٹایا، ہو گا اور گزر گیا ہو گا۔ ایک ماتحت نے کہا۔

"اس کے سوا کی کہا جا سکتا ہے؟ اس نے کہا۔

میرا خیال ہے۔ آپ یہ بات کبی اخبار کو بتا دیں، وہ خبر چاپ دے گا۔"

"اس سے کیا ہو گا۔ بلا وجد سننی پھیلے گی۔"

"گویا آپ خاموش رہیں گے؟"

"بس دیکھتے جاؤ۔" وہ بولا۔

دوسرا دن بیج سوریرے۔ اپنی ڈیوبنی سے فارغ ہو کر وہ اپنی موڑ سائکل پر بیٹھا اور ایک سمت میں رواد ہو گی۔ آج اس کا مہت پڑانا خواب پورا ہو رہا تھا۔

وہ اپنے اندر خوشی کی لہیں محسوس کر رہا تھا اور جوش سے اس کا چہرو تنتہ رہا تھا۔ ایک چھوٹے اور خوبصورت سے گھر کے سامنے اس نے اپنی موڑ سائکل روک دی۔ دروازے پر لگھنی کا ٹین دبا دیا۔ جلد ہی دروازہ کھلا اور

ایک خوبصورت سے لوٹ کے کی شکل نظر آئی۔

جی فرمائیے؟ اس نے با اخلاق لمحے میں کہا۔

"مجھے آپکر، حمید صاحب سے ملتا ہے۔"

"آئیے؟ اس نے کہا اور اسے ڈرائیکٹ روم میں لے آیا۔

"تشریف دیکھیے۔ وہ نہار ہے ہیں۔ چند منٹ میں آتے ہیں۔ امید ہے، آپ محسوس نہیں کریں گے۔"

"جی نہیں۔ بب۔ بالکل نہیں۔" اس نے فدا کہا۔

"آپ کا نام؟" اس نے پوچھا۔

"فت۔ فاروق احمد۔"

جی۔ کیا مطلب؟ وہ چونکا۔

اس میں چونکنے کی کیا بات ہے جی؟ وہ بولا۔

چونکنے کی بات۔ داصل بمارے گھر میں تو

جسٹے ہی ایک مدد فاروق احمد ہے۔"

آپ محمود ہیں؟

جی ہاں؟ اس نے مسکرا کر کہا۔

میں فاروق احمد بھٹی ہوں۔ اور ایک اہم خبر لے

کر آیا ہوں۔ آفیسر کمانڈ پولیس ہوں۔ چیک پوسٹ

بیبری۔ پر ڈیوبنی ہے یہی ان دونوں۔"

کیا وہ خبر آپ مجھے سنانا چاہتے ہیں؟

"آپ کو بھی اور آپ کے والد کو بھی۔"

تب پھر ہم ایک ساتھ، ہی مس میں لیں گے۔ آپ تشریف رکھیے۔

یہ کہ کروہ باہر نکل گی۔ جلد، ہی چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا:

”اوہ، اس کی ضرورت نہیں تھی۔“ آپ ڈیوٹی سے یہاں چلے آ رہے ہیں۔

”یہ بات ہے نا۔“ محمود مکرایا۔

”آپ نے کیسے جان یا؟“ آپ رات کی ڈیوٹی پر ہیں۔ محمود نے کہا۔

”جی ہاں! بالکل صحیک۔“ یکن آپ نے اندازہ کس طرح لگایا یا؟“

”آپ کے جسم پر ابھی تک ڈیوٹی والا باس ہے۔“ آنکھوں میں نیند بھری ہے۔ اگر آپ گھر سے ڈیوٹی پر

جا رہے ہوتے تو آنکھوں میں نیند اور چہرے پر تھکن نہ سوار ہوتی۔ آپ کے جوتے بھی خوب چمک رہے ہوتے۔

یکن گھر اور دھنند کی وجہ سے ان گلی پاش ماند پڑ چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ گھر سے آرہے ہوتے تو جوتے چمک رہے ہوتے۔

”کمال ہے۔ آپ کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔“ اس کے

لمحے میں حیرت تھی۔  
”جس کا مشاہدہ تیز ہے۔“ تو سراغ سال ہو، ہی نہیں سکتا۔ میں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آج ڈیوٹی کے دو دن آپ کچھ دیر کے لیے بے ہوش بھی ہونے تھے۔  
”ارے؟“ وہ اچھل پڑا۔ آنکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔

”آپ آپ یہ جانتا چاہیں گے کہ میں نے اس اندازہ کس طرح لگایا۔“ ہوش میں آنے کے بعد آپ نے اپنے پکڑوں کو جھاڑا ضرور ہے، لیکن ابھی طرح نہیں جھاڑ سکے۔ آپ کے بالوں میں چند لمحے ابھی تک بچنے ہوئے ہیں اور کان کی ایک لوپ پر ابھی تک مشی لگی ہوئی ہے۔

”اس بات سے اس اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے۔“ کہ میں گر گی ہوں گا۔ بے ہوش ہونے کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس نے انکار میں سر ہٹایا۔

آپ صحیک کہتے ہیں، لیکن گرنے والا اگر اس طرز گرے کر کان زمین سے مگرائے تو وہ فوری طور پر کان کو ملے گا، جب کہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس کا ماف مطلب ہے۔ آپ گرتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے یا بے ہوش ہو کر گرتے تھے۔ ہوش آیا،

کان پر آپ کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

”کمال ہے۔ حیرت ہے؟“  
”اور میں آپ کو یہ بات بھی بتا سکتا ہوں کہ  
کوئی بہت ہی جیگ و غریب چیز آپ نے دیکھی ہے،  
جس کی اطلاع دینے آپ سید ہے، ہمارے پاس چلے  
آئے ہیں۔ حالانکہ آپ کسی پولیس اسٹیشن یا کسی اخبار  
کے دفتر جا سکتے تھے۔ لیکن آپ سید ہے، ہمارے  
پاس آئے ہیں۔ اس کا مطلب۔ صرف یہ ہے  
کہ آپ ہم لوگوں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور بہت  
دفنوں سے ہم سے ملنے کا کوئی بہانا ڈھونڈ رہے تھے۔  
سو آج جو نہی ایک بہانا آپ کو ملا۔ آپ ہماری طرف  
آگئے۔“

”آپ کے تمام اندازے سو فی صد درست ہیں۔  
اور مجھے آپ کے اندازوں پر شدید حیرت ہے۔  
آپ لوگ جو اتنے مرکے مادتے رہتے ہیں تو خود  
اگی وجہ سے کہ آپ لوگوں کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔  
اس نے کہا۔“

”آپ چائے لیں؟“

محمد اس دوڑا، اس کے لیے چائے بنایا چکا تھا۔

”آپ کے بھائی اور بین نظر نہیں آئے۔“

”سکول کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں ان سے  
پہلے تیار ہو گیا ہوں۔ وہ مسکرا یا۔“

”عن اس وقت قدموں کی آواز اُبھری اور ان پکڑ  
جشید اندر داخل ہوئے۔ فاروق احمد بھٹی اٹھنے لگا۔  
لیکن ان پکڑ جشید نے جلدی سے اس کے کندھے پر  
ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

”اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو آتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اٹھنے کی  
کوشش کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں منع فرمایا  
دیتے تھے۔ یعنی اپنے لیے ان کا اٹھنا پسند نہیں فرماتے  
تھے، لہذا میں بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا۔“

”شکریہ؟“ اس نے کہا، پھر بولا:

”میں ایک خبر سننے آیا ہوں۔ بہتر ہو گا کہ آپ  
فاروق صاحب اور فرزانہ صاحب کو بھی بُلا لیں۔“  
”میں سمجھ گیا۔ آپ ہم سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔“  
”وہ مسکراتے۔“

فاروق احمد بھٹی شرما گیا۔ ان پکڑ جشید نے ان  
دفنوں کو آواز دی۔ وہ فوراً اندر داخل ہوئے اور بولے:

السلام علیک!

علیک السلام!

اب اس نے نئے سرے سے اپنا تعارف کرایا۔  
پھر جو کچھ پہلی اور دوسرا رات دیکھا تھا، وہ بیان کیا۔  
چاروں کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔

اگر آپ کی بات درست ہے تو پھر یہ کہنا پڑتے  
گا کہ وہ کار اور وہ شخص کم از کم اس دنیا کے نہیں  
تھے۔ گویا کسی دوسرے سے یارے کی مخلوق ہماری زمین پر  
آٹر آئی ہے۔ اور یہ بات ہمارے حلن سے نہیں آتی  
سکے گی!

ہو سکتا ہے۔ وہ آج رات بھی گزرے۔

اگرچہ یہ ضروری نہیں۔ لیکن پھر بھی۔ ہم رات کو  
پونے ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ انپکٹر جمشید  
نے کہا۔

بہت بہت شکریہ۔ یہی میں چاہتا تھا۔ اس نے  
خوش ہو کر کہا۔

تحوڑی دیر بعد وہ ان سے رخصت ہوا۔ رات  
کے ٹھیک پونے ایک بجے ایک کار چیک پوسٹ کے  
سامنے آ کر رکی۔ اس میں سے محمود، فاروق اور فرزاد

آتے۔ فاروق احمد بھٹی ان کی طرف پکا۔  
”ارے۔ انپکٹر صاحب نہیں آئے؟“  
”انھیں ایک ضروری کام پیش آ گیا۔“  
”خیر کوئی بات نہیں۔ آپ آ گئے۔ میرے لیے یہی  
بہت ہے۔ اس نے کہا۔

اب انھیں انتظار تھا ایک بجھے کا۔  
”ضروری نہیں کہ وہ آج بھی گزرے۔“ فاروق بولا۔  
”ہاں! ضروری تو نہیں ہے۔ محمود بولا۔  
”کیوں نہ آپ یہیں میں چل کر بیٹھیں۔“ فاروق احمد بھٹی  
نے کہا۔

”اور آپ؟“  
”میری تو ڈیوٹی ہے۔“  
”ڈیوٹی ان لوگوں کی نہیں۔ جو یہیں میں بیٹھے ہیں۔“  
”یہ میرے ماتحت ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آتنی رات  
گئے۔ وہ بھی شدید سردی میں کسی گاڑی والے کو سی  
پڑی ہے کہ ادھر سے گزرے۔ اور اگر کوئی آئے گا  
تو وہ باہر نکل کر اسے چیک کر ہی لیں گے۔“  
”اور آپ۔ آپ کیوں باہر کھڑے ہیں۔ ہمارے لیے؟“  
”جی نہیں۔ میں اپنی پوری ڈیوٹی کے دوران انہوں نہیں

کی لائیں نظر آ رہی تھیں۔ آخر گاڑی نزدیک آ گئی۔  
فاروق احمد بھٹی اچھل پڑا اور پر جوش آواز میں بولا:

"وہی ہے"

یہ سنتے، سی محمود نے کین کی طرف دوڑ لگا دی اور  
کین میں موجود لوگوں سے بولا: "آپ لوگ اندر ہی رہ کر جائزہ لیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔"  
جی۔ اچھا۔ انہوں نے فرد اکھا۔

سیاہ کاز آ کر دکی۔ وہ بالکل وہی تھی۔ بُجُونی  
شیش سرکا۔ وہ چاروں بے ہوش ہو کر گزر پڑے۔

جانا۔ باہر ہی کھڑے رہ کر ڈیوٹی دیتا ہوں۔ کیونکہ  
ہماری ڈیوٹی یہی ہے:

"بہت خوب! آپ سے مل کر خوش ہوئی۔"

"اور اگر وہ کار آج بھی یہاں سے گزرے تو یہ  
خوش اور بڑھ جائے گی کہ میں نے آپ کو ایک اہم خبر دی۔  
ہاں! یہ تو ہے۔ فاروق نے کہا، ساتھ ہی اس کے  
دانست بچنے لگے۔

"واہ۔ جلتہنگ بچ رہا ہے۔" محمود بولا۔

"اپنے دانت شیعاو۔ کیس باہر نہ گو پڑا۔" فاروق  
نے جمل کر کھا۔

"اس قدر سردی میں بولنا بھی کافی شکل کام ہے  
اور پھر بھی تم بول رہے ہو۔ کمال ہے۔" فزانہ نے  
انہیں گھورا۔

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ ورنہ یہ فاروق احمد  
بھٹی صاحب، ہمارے بارے میں کیا خیال کریں گے۔"

"نن۔ نہیں۔ میں کچھ۔ اوہپو۔ شاید وہ آ رہی ہے۔"

"لک۔ کون آ رہی ہے؟" فاروق گھرا گیا۔  
کار۔" فاروق احمد بھٹی نے کہا۔

اب ان کی نظری سڑک پر جم گئیں۔ ایک گاڑی

ڈہ پڑے بھاڑتے ہوئے آئے اور چھپوںک آئے۔

ان کے مذہ سے ایک ساتھ نکلا:

”ارے۔ فاروق احمد بھٹی کہاں ہیں؟“

”شاید کہیں میں ان کے ساتھی اٹھا کر لے گئے۔“

”وہ کہیں کی طرف پکے۔ اور یہ دیکھ کر چکرا گئے کہ وہاں فاروق احمد بھٹی کے سبھی ماتحت بے ہوش پڑے تھے اور ان میں فاروق احمد نہیں تھا۔“

”یہ۔ یہ کیا۔ فاروق احمد بھٹی تو ان میں نہیں، میں۔“

محمود نے کہا۔

”کیس باقاعدہ شروع ہو گیا۔“ فاروق بڑھ رہا۔

”اور یہ بے قاعدہ کب شروع ہوا تھا۔“ فرزاد نے منہ بنار کہا۔

”اسی وقت انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔“

”اُن مالک۔ یہ ہمیں۔ کیا ہو گیا تھا۔“ ان میں سے ایک نے کانپ کر کہا۔

”آپ کوئی ہو گیا تھا؟“

”پتا ہی نہیں چل سکا۔ کارم کر دکی۔“ شیش سر کا اور چھر آپ لوگوں کو ہم نے گرتے دیکھا۔ ساتھ ہی اس مخلوق کی نظریں ہماری طرف آئیں۔ اس نے

## حیرت در حیرت

آدھ گھنٹے بعد انھیں ہوش آیا۔

”اُف میرے مالک۔ یہ سب کیا ہے۔“ وہ تو واقعی اس زمین کی مخلوق نہیں تھی۔“ فاروق کی کانپتی آواز سنائی دی۔ اس کے لمحے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”اور وہ کہا۔“ ہم نے اپنی زندگی میں ایسی کارکبھی

نہیں دیکھی۔“ محمود بولا۔

”اس کا مطلب ہے۔“ اس بار ہمارا واسطہ کسی دُورے میادے کی مخلوق سے پڑنے والا ہے۔“ فرزاد نے کہا۔

”سوال یہ ہے کہ وہ ہر روز رات کو ایک بجے یہاں سے کیوں گزرتی ہے؟“ فاروق بولا۔

”اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ شیش سر کے ہی۔ اسے دیکھنے والے بے ہوش کیوں ہو جاتے ہیں؟“

”ارے ہاں۔ ہم کہیں والوں سے پوچھتے ہیں۔“

کار کا رُخ کیبن کی طرف کر دیا۔ ہم گھرا گئے۔ اس سے پہنچ کر کیبن سے نکل مگر ادھر ادھر جاگ ٹکتے۔ نجانے ہمیں کیا ہوا۔ ہم گرتے پہنچ گئے۔

”مطلوب یہ کہ آپ لوگ ہم سے کچھ دیر بعد بے ہوش ہوئے۔“ محمود نے کہا۔

”جی ہاں! ایک بولا۔“

”اور آئندہ ہی دیر بعد ہوش میں آئے ہیں۔ فرزانہ بولی۔“

”جی کیا مطلب؟ وہ چونکے۔“

”یکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آپ کے آفیسر فاروق احمد بھٹی غائب ہیں۔“

”جی۔ کیا مطلب؟“

”ہم نہیں جانتے۔ وہ کہاں ہیں۔“

”بے ہوش تو وہ آپ کے ساتھ ہی ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے چران ہو کر کہا۔“

”ہوں۔ یہ مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اب ہمیں پہنچے فاروق احمد بھٹی صاحب کو تلاش کرنا ہو گا۔ ان کے گھروالے بہت پریشان ہوں گے۔ مہربانی فرمائے ان کے گھر کا پتا تو بتا دیں۔“

”ضرور یکوں نہیں۔ گین ٹاؤن میں مکان نمبر ۹۱۲۔“

”بہت بہت شکریہ۔ ان کی طرف سے آپ کو کوئی پیغام ملے تو ہمیں اس نمبر پر اطلاع کر دیجیے گا۔“ محمود نے اپنا کامڈ ایک کو دیتے ہوئے کہا۔

”جی بہتر! اس نے کہا۔“

”اور آپ اپنے ہیڈ آفس میں بھی اس واقعے کی روپورٹ کر دیں۔“

”جی اچھا۔“

اب ہمیں گین ٹاؤن پہنچے۔ مکان نمبر ۹۱۲ تلاش کرنے میں انھیں وقت نہ ہوئی۔ محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی۔ جلد ہی دروازہ کھلا۔

دوسرے لمحے وہ بُری طرح اچھے۔ فاروق احمد بھٹی ان کے سامنے موجود تھے۔



”— یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟“  
”آپ لوگ۔ آپ لوگ شاید محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ میں نے آپ کی تصاویر اکثر جمارات میں دیکھی ہیں۔“ اس نے کہا۔

کی مطلب؟ یمنوں ایک ساتھ ہوئے۔

”آپ کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں؟“

”آپ فاروقِ احمد جٹی ہیں نا؟“

”ہاں ہاں۔ بالکل ہوں۔“

”آپ صبح ہمارے گھر آتے تھے؟“

”مم۔ میں۔ نہیں تو۔“

”آپ آج ڈیوٹی پر گئے تھے؟“

”ہاں! گیا تھا۔ ابھی ابھی تو واپس آ کیا ہوں ڈیوٹی  
سے۔ اسی وقت آتا ہوں ہر روز۔“ اس نے حیران ہو کر کہا۔

یمنوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔“

”ضرور گیا تھا۔ کیوں نہ جاتا خاب۔“ اس نے حیران  
ہو کر کہا۔

”شکریہ! دہاں پونے ایک بچے کے قریب کیا ہوا؟“

”کچھ بھی نہیں ہوا۔“

”کیا ہم دہاں آتے تھے؟“

”آپ۔ نہیں تو۔ آپ کا دہاں کی کام ہے۔“

انھوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”معاط تو میری بھنگ میں نہیں آیا۔“

”کوئی بات نہیں۔ آجائے گا آہستہ۔“ محمود نے کہا

اور اس سے بولا:

”تو آپ آج صبح ہمارے گھر نہیں آتے تھے؟“

”ہرگز نہیں۔ اس نے کہا۔“

”اور آپ نے رات ایک بچے اپنی ڈیوٹی کے دوران

ایک سیاہ دیگ کی لمبوتری کار کو نہیں دیکھا تھا۔“

”ہرگز نہیں۔ اس نے فرمایا۔“

”اور نہ سیاہ کار میں ایک عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا  
تھا۔“ محمود بولا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”آپ اپنے گھر کس وقت پہنچے؟“

”میری ڈیوٹی دو بچے رات ختم ہوتی ہے۔ اور میں

تحوڑی دیر پہنچے، ہی گھر پہنچا ہوں۔ کیوں، آپ یہ کیوں

پوچھ رہے ہیں؟“

”آپ کے گھر میں فون ہے؟“

”جی ہاں! اس نے کہا۔“

”کیا ہم آپ کے گھر سے ایک فون کر سکتے ہیں؟“

”ضرور کیوں نہیں؟“

”وہ انھیں اندھے لے آیا۔ فون اٹھا کر ان کے پاس

رکہ دیا، انہوں کے گھر کے نبر ملائے۔ لیکن ان کے والد گھر نہیں پہنچے تھے۔

”اب کی کریں۔ اب آجان گھر میں نہیں میں؟“

”بات کی ہے۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیں۔ شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔“ فاروق احمد بخشی نے جلدی جلدی کہا۔

”اچھی بات ہے۔ آپ کو بتا دیتے ہیں؟“

”یہ کوئی محمود نے اسے سادی بات کر سنائی۔“

”عجیب بات ہے۔ مجھے تو ان میں ایک بات بھی یاد نہیں۔ نہ آپ کے گھر جانا۔ نہ اس قسم کی کار کو دیکھا، نہ عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا۔ کچھ بھی تو یاد نہیں آ رہا۔“ اس نے کہا۔

اب تو انھیں چکر پر چکر آنے لگے۔ آخر وہ اس سے مذہبت ہوئے۔ وہاں رک کر کرتے بھی کیا۔

سید سے پروفیسر داؤڈ کے ہاں پہنچے۔ وہ گھری نیند سو رہے تھے۔ گھنٹی کی آواز سن کر پہلے شاستہ کی آنکھ کھلی،

اس نے ان کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔ ”خیر معلوم نہیں ہوتی۔“

”یہ بات تو بھی نہیں کہی جا سکتی۔“ محمود نے کہا۔

”تو چھ کیا بات کہی جا سکتی ہے؟“ شاستہ نے حیران

ہو کر کہا۔ ”دہی بتانے آتے ہیں۔ چھو پہلے انکل کو جگایا۔“

”وہ اندر آتے۔ پروفیسر داؤڈ کو جگایا گی۔ انھیں دیکھ کر ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔“

”کوئی گرد بڑھے کیا؟“

”نج۔ بھی پتا نہیں۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”کیا مطلب ہے وہ چونکے۔“

”پتا نہیں۔ کر گرد بڑھے یا نہیں۔“

”بات کیا ہے۔ یہ بھی پتا ہے یا نہیں؟“

”قریب قریب پتا ہے۔ لیکن یقین سے کچھ نہیں کہ سکتے کہ درست پتا ہے یا غلط۔“

”اوٹ پٹانگ سی باتیں کر رہے ہو۔“ پروفیسر داؤڈ نے

مز بنایا۔

”اس میں ہمارا ایک فیصد بھی تصور نہیں۔“

”تو چھر۔ تصور کس کا ہے؟“

”جس کا بھی ہے۔ کم از کم ہمارا نہیں ہے۔ ویسے

آپ کی اخلاق کے یہ عرض ہے کہ شہر میں کسی دوسرا

دنیا کی مخلوق موجود ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس

کار بھی دوسری دنیا کی ہے۔“

"جی۔ کون صاحب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہے؟"

"یہ میں ہوں سر۔ محمود۔ اس نے کہا۔

"سر محمود۔ کون سر محمود؟ وہ جران ہو کر بولے۔ یہند میں تھے نا۔"

"سر محمود نہیں سر۔ صرف محمود۔ محمود گڑ برا گی۔"

"اوہ محمود۔ یہ تم ہو۔ لیکن یہ تم کیوں ہو؟ آئی جی صاحب نے کہا۔"

"آپ ابھی تک یہند میں ہیں۔ محمود گھبرا گیا۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ بتاؤ نا۔ تم کیوں ہو؟"

"ابا جان کے بارے میں پوچھنا تھا۔ وہ کب تک ٹویں گے؟"

اس سوال کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گی۔

"لیجیے۔ کر لیں بات۔ محمود نے گمرا سامنہ بنایا۔"

"کیا ہوا؟ فارڈق بولا۔"

"وہ کسی بات کا جواب میدھی طرح نہیں دے رہے۔"

یا تو وہ واقعی یہند ہیں ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ جو نہیں

میں نے پوچھا، ابا جان کب تک ٹویں گے۔ کھنوں نے

رسیور رکھ دیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ وہ جران رہ گئے۔"

اب محمود نے ساری کمائی کو سنائی۔ مادے جیرت کے ان کا گمرا حال ہو گی۔ کافی دیر تک وہ سوچ میں گم رہے، پھر بولے:

"سدا واقعہ ہی عجیب و غریب ہے۔ کم از کم فارڈق احمد بھٹی کا معاملہ تو بالکل ذہن میں نہیں آ رہا۔ آخر اسے کیا ہوا۔ وہ سب کچھ کس طرح جھوول گیا۔ اور اپنے گھر کس طرح پہنچ گیا۔"

"یہ تو بات عجیب ترین ہے۔ اسی لیے ہم یہاں آ گئے ہیں۔ یونکہ ابا جان اک وقت شہر میں نہیں ہیں۔"

"کیوں۔ وہ کہاں ہیں؟"

"آئی جی صاحب نے کسی فری تو یعت کے کام سے بھجا ہے۔"

"اور کب آئیں گے؟"

"آئی جی صاحب بتا لیں گے۔"

"تو کارڈ ایس فون۔"

مودود نے اسی وقت آئی جی صاحب کے نمبر ملا،

دوسری طرف کچھ دیر تک گھنٹی بھتی رہی۔ آخر رسیور اٹھایا گیا۔ اور آئی جی صاحب کی یہند میں ڈونی آواز سنائی دی:

”گڑپڑ۔ کیسی گڑپڑ؟ ایک نے حیران ہو گر کا۔  
”یہ تو ہم نہیں جانتے کہ کیسی گڑپڑ۔ لیکن ہو سکتے  
ہے، کسی قسم کی گڑپڑ اندر موجود ہے۔  
”ہمارے خال میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔  
”کوئی آیا۔ نہ گیا۔ نہ کوئی آواز سننے میں آئی۔  
”ان سب باتوں کے باوجود کوئی بات ہو سکتی ہے،  
ہمیں اندر چل کر دیکھے یعنی چاہے۔  
”آخر آپ کو گھوڑی پر کا اندازہ کس طرح ہوا؟  
”ہم نے آئی جی صاحب کو فون کیا۔ تو انہوں نے  
تلی بخش جوابات نہیں دیئے۔  
”خیر۔ چیک کر لیتے ہیں۔ آئیے۔  
اب وہ ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔  
یہاں سیک کر آئی جی صاحب کے کمرے کے باہر بیٹھ۔  
محمود نے تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکنا چاہا، لیکن  
کچھ نظر نہ رکھ سکا۔ تالے کے سوراخ میں کوئی چیز پہنچنی  
ہوتی تھی۔  
اس نے چند یکنڈ کے لیے سوچا اور پھر دروازے پر  
آنگلی سے ٹکٹھک کی۔ ساتھ ہی وہ پہنچے ہٹ گی  
اور دیوار سے جا گا۔ فالوق اور فراز نے بھی یہی کیا۔

”اوہ۔ ایک بار پھر رنگ کرو۔ فراز نے چونکہ کر  
کما۔ ساتھ ہی فون یعنی کا ایک بیٹھ دبا دیا۔ اب  
آواز سب لوگ سن سکتے تھے۔ جوں ہی سلسلہ ملا، محمود نے کہا:  
”اسلام علیکم انکل۔ محمود بات کر رہا ہوں۔  
”کوئی نئی بات نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی کہ  
رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی کرتے ہی رہتے ہو۔  
”جی ہاں؟ یہ تو ہے۔ لیکن اب آجان کہاں ہیں؟  
ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پھر رسیور رکھ دیا۔  
”اب کا خیال ہے؟ محمود مسکرا یا۔  
”کہیں وہاں کوئی گڑپڑ نہ ہو۔  
”تو پھر پہلے تم ان کے ہاں جا کر خیریت معلوم کر  
اوہ۔ ہم تو بعد میں بات کریں گے۔  
”اچھی بات ہے۔ یوں سی۔  
”وہ تجربہ گاہ سے روانہ ہو گر فوراً آئی جی صاحب  
کے لھر پہنچے۔ دروازے پر بگران موجود تھے۔ حالات  
پھر سکون نظر آتے تھے۔ ان کی گاڑی کو رکتے دیکھ کر  
بنگران چوکس ہو گئے۔ پھر انہیں دیکھ کر حیران ہوئے،  
یکونکہ اچھی طرح پہچانتے تھے:  
”اندر کوئی گڑپڑ تو نہیں ہے۔“

## کوئی اور بھی

ان کے لیے حرمت کی بات یہ تھی کہ اس سوال کے جواب میں چلا نے کی کیا ضرورت تھی۔ چند سیکنڈ تک سوچنے کے بعد محمود نے پھر دلک دی:

"اوہمو! کیا صیبت ہے؟"

"سر! دروازہ کھو لیے۔ ہم آئتے ہیں"

"تو میں کی کر دیں۔ انہوں نے جتنا کر کما۔

"گویا آپ دروازہ کھون پسند نہیں کرتے ہمارے لیے؛  
ہاں! نہیں کرتا۔ جاؤ۔ پڑھے جاؤ۔ یہ آرام کا وقت  
ہے۔ انہوں نے کہا۔

"بہت بہتر۔ صرف اتنا بتا دیں۔ ابا جان کب لوٹیں"

کے۔ ہم ان کی بہت ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔

"تم جاتے ہو یا گارڈوں کے ذریعے نکلا دوں؟"  
گارڈ ان کی بات سن کر حرمت زدہ رہ گئے۔

ان کے اداز کو دیکھ کر چند بھی پریشان ہو گئے اور  
دیوار سے جا گئے۔

"کون؟ اندر سے آئی جی صاحب کی اداز سنائی دی۔"  
محمود نے گارڈ کو اشارہ کیا۔

"میں ہوں سرت گارڈ فوراً بولا۔"

"ہاں! کیا بات ہے؟"

"اندر ہر طرح خیریت تو ہے سرہ"

"ہاں بالکل۔"

"تب پھر۔ یہ محمود، خالائق اور فرزانہ آئے ہیں۔"  
کیا مطلب؟ اندر سے چلا کر کہا گیا۔

ادر قہر حیرت زدہ رہ گئے۔

”آپ مگر نہ کریں۔ اپنکٹر جمیش اب شہر سے باہر ہی رہ کریں گے:

جواب میں ایک بار پھر گھوون گھوون گھرد گھرد منانی دی۔ اب تو انھیں اپنے روئگئے کھڑے ہوتے گھومن ہوئے۔ محمود نے بے چین ہو کر دروازے کو ایک بار پھر دھڑ دھڑا ڈالا:

”تیکون بد تیز ہے۔ جو دستک دینے کے آداب بھی نہیں جانتا۔“

محمود نے گارڈ کو اشارہ کیا کہ وہ بولے۔ گارڈ کھا من بن گی۔ یونکہ اب اس کے ولئے کام مطلب یہ تھا کہ وہ بد تیز ہے۔ پھر بھی دل پر جبر کر کے اس نے کہا:

”سر۔ یہ آپ کے کمرے میں کوئی ہے؟“  
”دماغ تو نہیں چل گی۔ یہاں بھلا کون ہو گا؟“  
”تو پھر ذرا دروازہ کھویے：“

”لگ۔ یکوں۔ میں دروازہ کیوں کھولوں۔ جانتے ہو۔ کیا نج دکا ہے؟“  
”جی ہاں! آپ کس سے باتیں کر دیتے تھے؟ گارڈ نے کہا۔

محمود نے ہونٹوں پر دلگی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کی، پھر خود بولا:

”اچھی بات ہے سر۔ ہم جا رہے ہیں۔“  
یہ کہ کوئی گھوون نے قدموں سے ایسی آوازیں پیدا کیں  
ہیے جا رہے ہوں۔ اور پھر ساکت ہو گئے۔

”چلے گئے۔ پہلے قون کیا۔ اب یہاں چلے آئے  
ان لوگوں سے تو اثر بچائے۔ آتی جی حاجب کی آواز منانی  
دی۔ ان کی حرمت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جواب  
میں گھوون گھوون۔ گھرد گھرد کی آواز کر کے کے اندر منانی  
دینے لگی، پھر انھوں نے کہا:

”ہاں! آپ ٹھیک کتے ہیں۔ یہ لوگ اسی قابل ہیں  
آپ کے لئے پر ہی تو میں نے اپنکٹر جمیش کو اس  
قدر دور بیج دیا ہے۔ دہاں سے واپس آنے میں  
بھی اسے کئی دن لگ جائیں گے۔ جو نہیں آئے گا، پھر  
کیسی بیجی دوں لگا۔“

ایک بار پھر گھوون گھوون گھرد گھرد کی آواز منانی دی۔ اب تو ان کی شی گم ہو گئی۔ ان کے کمرے میں ان کے علاوہ کوئی اور موجود تھا۔ یہکہ وہ جواب میں گھوون گھوون گھرد گھرد کر رہا تھا۔

”اپنے آپ سے تم جاتے ہو یا کروں فارغِ بھی۔“

”نن۔ نہیں سر۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔“  
گارڈ نے گھبرا کر کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے محمود کو گھورا۔ بیسے کر رہا ہو۔ آپ کی وجہ سے  
بیبری ملازمت کو خطرہ پیش آگئی ہے جناب۔“

”وہ ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں،  
اندر ان کے ساتھ کوئی موجود ہے۔ اور اس وقت  
وہ اس کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔“ محمود نے  
سرگوشی کی۔“

”یکن ہم کی کر سکتے ہیں۔ دروازہ کھولنے کے لیے تیار  
نہیں ہیں وہ۔“ گارڈ نے بھی دبی آواز میں کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ آخر ان کی ملاقات ختم ہو جائے  
گی۔ دروازہ کھلے گا اور وہ جو کوئی بھی ہے۔ باہر آتے  
گا۔ اس وقت ہم اسے دیکھ لیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔ میونہی سی۔“ دونوں نے کندھے  
اچکا دیے۔“

”وہ کھڑا رہے۔“ اندر باتیں کرنے کی آوازیں آتی  
رہیں۔ یکن اب کو ادازیں دبی دلی تھیں۔ اس لیے  
جلے سمجھ میں نہ آ سکے۔ گھوں گھوں تھر تھر بھی اب

آہستہ ہو چکی تھی۔

”وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ دروازہ ڈھلا،  
انھیں یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے دروازہ نہیں کھلے گا  
اور دن بیکل آئے گا۔“

”اب کی کریں۔ ملاقاتی کو تو جیسے جانے کی باکل  
جلدی نہیں ہے۔“ محمود نے جھلک کر کہا۔

”صبر۔ فالوق بولا۔“

”یکن کب تک؟“

”جب تک دروازہ نہیں کھل جاتا۔“ فرزاد بولی۔  
”اچھی بات ہے۔“ محمود نے جمل کر کہا۔

انتظار پوتا رہا، ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دروازے  
کی چٹکی گرانی لگی اور پھر دروازہ کھلا۔ انھوں نے آئی جی  
صاحب کو باہر آتے دیکھا۔ ان کے پیچے انھیں کسی  
کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ دیکھ  
سکتے۔ ان کے پیچے کون ہے۔ تڑ سے گرے اور  
بے ہوش ہو گئے۔

ہوش آیا تو وہیں پڑے تھے۔ آئی جی صاحب کا  
کمرہ کھل پڑا تھا اور وہ اندر نہیں تھے۔ وہ پڑ پڑا  
کر آئے اور انھیں ادھر ادھر دیکھا۔ پھر کھر کے یاتقی

افراد کو جگایا گی، لیکن پورے گھر میں آئی جی صاحب کا کہیں پتا نہ چلا۔ اب قمارے چرت کے ان کا بُرا حال ہو گی۔

پھر پولیس کو اطلاع دی گئی۔ تاکہ سارے شہر میں ان کی تلاش شروع کی جاسکے۔ جلد ہی تلاش شروع ہو گئی، لیکن دن بھنے تک پولیس کو کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اچانک ایک پیغام ملائیں کرنے والے نے بتایا کہ کھنڈر نما ایک گھر میں ایک بے ہوش انسان پڑا ہے۔ پولیس فوراً ادھر درڑ پڑی۔

بے ہوش آدمی آئی جی صاحب ثابت ہوئے۔

محمود، فاروق اور فزانہ کے جمیون میں سنی کی لہری دوڑنے لگیں۔ یہ معاملہ ان کی سمجھے ہے باہر تھا، وہ فوراً اس کھنڈر نما مکان تک پہنچے۔ اس کا ہر طرح جائزہ یا، لیکن وہاں سے پکھ نہ ملا۔ نہ کسی قمر کے نشانات مل سکے۔ اگر وہ پولیس سے پہلے یہاں آ جاتے تو شاید کوئی کام کی چیز مل سکتی۔ آخر دہ وابس پہلے۔ واقعات کی چرت نایکوں نے ان کے ہوش ادا دیے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ آئی جی صاحب کے کمرے کا بھی جائزہ نہیں لے سکے تھے۔ اب واپس

پہلے تو پہلا خیال انھیں یہ آیا کہ اب تک آئی جی صاحب کے کمرے کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ جب کہ اس کمرے کا جائزہ یا جانا سب سے اہم کام تھا۔ وہ آئی جی صاحب کی کوئی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ انھیں تو کھنڈر سے، ہی بیتال لے جایا گیا ہے۔

ہم ذرا ان کا کمرہ انھیں گے۔ محمود نے کہا۔ ملازم انھیں کمرے تک لے گی۔ رات والے دنوں کھارڈ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ پوری احتیاط سے کمرے میں داخل ہوتے۔ کمرے کے ایک ایک ایک کو انھوں نے خود سے دیکھا۔ جلد ہی انھوں نے محض کریا کہ کمرے میں رات آئی جی صاحب کے ساتھ کوئی ضرور تھا۔ کیونکہ میز پر چائے کے کپ موجود تھے۔ دو کپ۔ محمود نے اب فکر پر نٹ کے عملے کو فون کیا۔ ساتھ ہی اکرام کو بھی فون کیا۔

اکرام اور فکر پر نٹ والے ساتھ ساتھ، ہی پہنچے۔ معاملے کا تو انھیں پہلے ہی پتا چل گی تھا۔ آپ لوگ اس کمرے سے منگلیوں کے نشانات اٹھائیں گے۔ اس میز پر۔ چائے کے کپوں پر۔ اور بھی جس جگہ سے بھی نشان ملے۔ اٹھا لیں۔

جی بہتر؟ وہ بولے اور اپنا کام شروع کر دیا۔  
پاؤ در چھڑک مگر نشانات اٹھاتے رہے۔ آخر انہوں  
نے اپنا کام پورا کر دیا۔

ان کی روپورٹ انہیں کب ملے گی؟  
ایک گھنٹے تک۔

ٹھیک ہے۔ ہم خود ہی روپورٹ لے لیں گے آنکھیں۔  
اب وہ ہستال پہنچے۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ بالکل  
ٹھیک ہیں۔ ہوش میں ہیں۔ وہ فوراً ان کے کمرے  
میں پہنچے۔ ان پر نظر پڑتے ہی وہ مسکائے:

”اوہ بھائی۔ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔ اور جیشید کہاں ہیں؟“

”جی!!!“ وہ دھک سے رہ گئے۔ آنکھیں چرت اور  
خوف سے پھیل گیئیں۔



چند سیکنڈ سکتے کے عالم میں گزد گئے۔ آخر محمود  
نے کہا:

”سر۔ یہ آپ نے کیا کہا؟“  
”کی میں نے کچھ غلط کہا؟“

”ہاں سر۔ آباجان کو تو آپ نے خود ہی کیسی  
بیجا ہوا ہے۔ اور اب آپ ہم سے انھی کے بارے  
میں پوچھ رہے ہیں۔ ہم نے رات آپ کو فون کر کے  
ان کے بارے میں پوچھا تھا تو بھی آپ نے کوئی جواب  
نہیں دیا تھا۔“

”میں نے انھیں کیسی بیجا ہوا ہے۔ نہیں تو۔ تم  
لوگوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”جی نہیں۔ غلط فہمی نہیں۔ ان باتوں کے گواہ پانچ  
ہیں۔ تین ہم۔ اور دو آپ کے گوارڈ۔“  
”کی مطلب۔ کن باتوں کے گواہ؟“

”رات آپ کے کرے میں کون تھا سر؟“  
”کی مطلب؟ وہ زور سے اُچھلے۔“

”سر۔ ہم نے رات آپ کو کسی سے باتیں کرتے تھے  
تحا۔ اس بات کے پانچ گواہ موجود ہیں۔“

”تم بچھ پر سراسر الزام لگا رہے ہو۔“

”آپ اپنے گوارڈ سے پوچھ لیں۔“

انہوں نے دونوں کی طرف دیکھا۔ دونوں نے

ہلاکر تائید کی۔

”لیکن مجھے ایسی کوئی بات یاد نہیں۔“ وہ الجھن کے

عالم میں بولے۔

"اور نہ ہمارا فون کرنا یاد ہے؟  
نہیں۔"

"اوہ نہ آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ اس کھنڈر میں کس  
طرح پیغام لے چکے ہیں؟  
باکل نہیں۔"

"تب پھر آپ آدم کریں۔ اور سے ہاں۔ آپ یہ  
بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے والد صاحب کو کہاں بھیجا  
ہے۔ محمود نے کہا۔

باکل نہیں۔ میں نے انھیں کہیں بھیجا، ہی نہیں۔  
وہ ان کے کمرے سے نکل گئے۔

" یہ - یہ - صب کیا ہے؟ ایک گارڈ نے کانپ  
کر کہا۔

پپ - پتا نہیں۔ فاروق بولا۔

"اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟  
دھکے کھاتے کا۔ فاروق نے فرما کر۔

کیا مطلب ہے؟  
مطلوب یہ کہ اب ہمارے لیے اس کیس میں دھکے  
کھانے کے سوا اور کیا کام ہو سکتے ہے۔ آپ اپنے گھر

جائیں۔ رات کو آپ کو پھر اپنی ڈیوٹی دینی ہے؟"

"ہاں! وہ تو ہے۔ لیکن پس کی وجہ سے ہمارا

بُرا حال ہے۔"

"کوئی بات معلوم ہوئی تو آپ دونوں کو بتا دیں  
گے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

اب یعنوں گھر کی طرف رواز ہوئے۔

"وہ مارا۔ مجھے ایک بات سوچی ہے۔"

میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔" فاروق  
نے فرما کر۔

"کس پر؟"

"اس پر کہ تمہیں ایک بات سوچی ہے۔ اگر اس  
وقت نیک دم دد چار سو باتیں سوچ جائیں تو میرے  
اور محمود کے تو پک جاتے کان سن کر۔ اب بتاؤ۔  
کیا بات سوچی ہے؟"

ایک تو تم ادھر ادھر کی باتیں بہت کرتے ہو۔ محمود  
نے جتنا کر کہا۔

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اس میں مجبوری کہاں سے ڈپک پڑی؟  
مجھی مجبوری کا کیا ہے۔ وہ تو کیس سے بھی ڈپک

مکتی ہے۔

”اب تم سے کون مغز مارے؟ فرزان جلا اٹھی۔

”تم دونوں ہی مارو گے اور کون مارے گا؟“

”وہ گھر پہنچے۔ ان کی والدہ باورچی غانے میں تین

تینوں دہیں گھس گئے۔“

”ارے ارے۔ کہاں گھے چلے آ رہے ہو۔ بھوک

پکھ نیادہ لگی ہے کی؟“

”جی نہیں۔ آباجان کہاں ہیں؟“

”کیوں۔ کیا بات ہے؟ وہ چونک اٹھیں۔“

” بتائیے تا۔ آباجان کہاں ہیں؟“

”فون پر انہوں نے بتایا تھا کہ آئی جی صاحب اپس

ایک ضروری کام کے سلے میں شہر سے باہر ایک جگہ

بیٹھ رہے ہیں۔ واپسی میں پکھ دیر لگ جائے گی۔ انہوں

نے جلدی جلدی کہا۔“

”انہوں نے خود فون کیا تھا؟“

”ہاں باکل۔ یکن بات کیا ہے؟“

”اب آئی جی صاحب کہ رہے ہیں کہ انہوں نے

اپس نہیں بھیجا۔“

”اچھا۔ کمال ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے

وکھلا کر کہا۔

”ہم خود جیران ہیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔“

خیر جلدی سے، ہمیں پکھ کھانے کو دے دیں۔ کیونکہ پھر  
نہ جانے کب کھانا نصیب ہو۔ ہو سکتا ہے۔ ہم آباجان  
کی تلاش میں نکل جائیں!“

”اچھا۔ سیٹھو۔ ابھی لگاتی ہوں۔“

کھانے سے فارغ ہو کر وہ فلگر پرنٹ یکشن پہنچے،  
وہاں کے انچارج کے چہرے پر حیرت کے بارہ بچ  
رہے تھے۔

”یہ۔ یہ آپ کے چہرے کو کیا ہوا؟“ فاروق نے  
گھبرا کر کہا۔

”لگ۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟“ انچارج نے جیران ہو  
کر پوچھا۔

”آپ کے چہرے پر سوائے حیرت کے اور پکھ نظر  
ہی نہیں آ رہا۔“

”اوہ اچھا۔ میں سمجھا۔ یہ میں، آپ بھی جیران ہو  
جائیں۔ یہ کر کر اس نے روپرٹ ان کے سامنے رکھ دی۔

”وہ روپرٹ پڑھنے لگئے۔ اس میں تصاویر بھی ساتھ  
ساتھ موجود تھیں۔ روپرٹ تکلیل پڑھتے ہی ان تینوں کے

ہے ایک ساتھ نکلا:

”کیا مطلب؟“

”کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں؟ انچارج نے پوچھا۔“  
”اس بات کا۔ یہ روپرٹ کہتی ہے کہ دہل آئی جی  
صاحب اور گھر کے دوسرے افراد کی انگلیوں کے نشانات  
کے علاوہ بھی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔ لیکن وہ  
نشانات کسی انسان کی انگلیوں کے نہیں ہو سکتے۔  
یا تو وہ کوئی غیر انسانی مخلوق تھی۔ یا پھر...“

”جی ہاں! یا پھر وہ کسی اور سیارے کی مخلوق تھی؟“

”نہ۔ نہیں۔“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”اس یہے کہ اس قسم کے نشانات آج تک کسی  
انسان کے نہیں دیکھے گئے۔“ جانوروں کے دیکھنے میں آئے،  
لہذا ہم کیا کر سکتے ہیں؟“

”سوالے اس کے کچھ نہیں کہ ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔  
فاروق مُسکرا یا۔“

”بہر حال روپرٹ حاضر ہے۔ جو پیرا کام تھا۔ میں  
نے کر دیا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ کم از کم اس روپرٹ سے ایک  
بات ثابت ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ آئی جی صاحب تھے۔“

کرے یہ اُس وقت آن کے علاوہ بھی کوئی موجود تھا۔

”اس میں تو خیر کوئی شک نہیں۔ اور ہاں۔“

”وہ گھون گھوں گھرد گھرد کی آواز بھی تو سنی تھی، ہم نے۔“

”وہ اس دوسرے وجود کی آواز تھی۔ اور وہ بھی

کم از کم انسانی آواز نہیں تھی۔“

”بالکل صحیح۔ وہ ضرور غیر انسانی آواز تھی۔ اور اس کا

مطلوب ہے۔ وہ خیر زمینی مخلوق کی آواز بھی ہو سکتے ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ تو یہاں ہماری زمین پر کسی دوسرے

یہے کی کوئی مخلوق اُتمد آئی ہے؟“

”اب ذرا یاد کرو۔ فاروق احمد بھٹی کا بیان۔“

اس نے اس سیاہ کار میں کیا دیکھا تھا۔ اس نے جو

مُلیہ بتایا، وہ بھی غیر زمینی مخلوق کی طرف اشارہ کرتا

ہے۔ چھر۔ — وجود ہم نے اس کار کا شیشہ مرکتے

دیکھا تھا اور اس وجود کی ایک جھلک دیکھی تھی۔

”دوسرے، یہی لمحے ہم بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ

ہمارے اس شہر میں کوئی غیر انسانی مخلوق موجود ہے۔

اب کے پاس اس سیارے کی کار تک موجود ہے۔

کیا یہ بات بحیث نہیں۔ یہ کوئی اس بات پر اعتبار کرے

مجود نے جلدی جلدی کہا۔

”فی الحال ذ تو، ہمیں کسی سے ذکر کرنے کی ضرورت ہے، نہ یقین دلانے کی۔ ابھی تو خود ہمیں یقین کرنے کی ضرورت ہے۔“

”اصل سوال ہے آبا جان کا۔ آؤ۔ پہلے آئی جی صاحب کا ایک بار پھر جائزہ لے آئیں۔ شاید وہ کچھ بتانے کے قابل ہو گئے ہوں۔“

”وہ آئی جی صاحب کے پاس پہنچے۔ وہ انھیں دیکھ کر مکارے：“

”ساؤ۔ کیا تیر ماد آگے؟“

”جی بس۔ کوشش کر رہے ہیں۔ ایک بات ثابت ہو چکی ہے سر مجود نے کہا۔“

”اور وہ کیا؟“

”آپ پہلے یہ رپورٹ پڑھ لیں۔ یہ آپ کے کمرے کے بارے میں ہے۔“

انھوں نے رپورٹ پڑھ گئی، پھر ووے:

”یہ۔ یہ کیا۔ اس رپورٹ سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کل رات میرے کمرے میں کوئی موجود تھا اور کم از کم وہ کوئی انسان نہیں تھا۔“

”جی ہاں! اور یہی ہم پانچوں کا بیان ہے۔“ مجود لے کہا۔

”لیکن پھر مجھے کچھ کیوں یاد نہیں؟“

”اس کا جواب بھی ہمارے پاس ہے۔“

”اور وہ کیا؟“

”مجود نے انھیں فاروق احمد بھٹی والا واقعہ سنایا اور

آخر میں بولا：“

”اب دیکھیے۔ فاروق احمد بھٹی کو اس کار کے بارے

میں کچھ بھی تو یاد نہیں ہے۔“

”یہ واقعی حد درجے عجیب بات ہے۔“

”دونوں واقعات میں ایک غیر معمونی وجود سامنے آتا ہے۔“

”تب پھر...“

”آپ ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ آپ نے آبا جان کو

کہاں بھیجا ہے؟“

”افسوس میں نے۔ اوه ہاں۔ اب یہ بات میں گز

سلکتا ہوں۔ جس طرح میں اپنے کمرے میں ہونے

واپسے واقعے۔ یعنی اس غیر انسانی وجود سے ملاقات

کا حال بالکل بھول چکا ہوں۔ شاید اسی قسم کے لمحات

میں، میں نے انپکٹر جحشید کو کہیں جانے کی ہدایات دی

یا۔ اپنک اس کے منہ سے حیرت زدہ سکی آواز بُلکی:

"آہ۔ یہ کیا ہے میری جیب میں۔"

اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف دوڑ گئے۔

تینوں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہے آپ کی جیب میں؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاتھ آہستہ جیب سے باہر نکلا۔ جونہی اس کا ہاتھ جیب سے باہر نکلا،  
وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

ان کی انکھیں چھٹی کی پھٹی اور منہ کھلے کے گھلے رہ گئے۔

ہوں گی اور میں وہ بھی ساختہ ہی بھول گی ہوں۔"

"جی ہاں! باکل یہی بات ہے۔ اب آپ نے درست  
نیچہ نکلا ہے۔"

"یکن اس نتیجے کے بعد تو ہماری پریشانیاں اور بر  
گئی ہیں۔ آخر اب ہم کیا کریں؟"

ان پکڑ جشید کی واپسی کا انتظار۔ ظاہر ہے۔ وہ دہان  
کب تک رکیں گے۔ آئی جی صاحب۔ بولے۔

"اچھی بات ہے۔ میونہی سہی۔"

دہان سے رخصت ہو کر وہ فاروق احمد بھٹی کے  
پاس آئے۔

"آپ کو کوئی بات یاد کیں؟"  
نہیں۔ باکل نہیں۔"

ہوں! خیر۔ یاد کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جوہی  
کوئی بات یاد آئے۔ اس نمبر پر فون کریں۔ اگر ہم  
نہ ہوں۔ تو پیغام نوٹ کرو دیں۔

"اچھی بات ہے۔ اس نے فوراً کہا۔  
اچھا تو ہم چلتے ہیں۔"

فاروق احمد بھٹی انھیں رخصت کرنے دروازے تک آیا  
بے خالی میں اس نے اپنا ہاتھ کوٹ کی جیب ہیں ڈال

## حوال خول... خال خال

وہ چیز ماچس کی ٹوپیا جتنی تھی ۔ اس کا زنگ سیاہ تھا، اس میں بے شمار پنین لگی ہوئی تھیں ۔ اس میں سے مکھیوں یعنی بجھنا ہٹ خارج ہو رہی تھی ۔ فاروق احمد بھٹی نے مارنے خون کے اس کو ہاتھ سے گرا دیا۔ لیکن محمود نے اس چیز کو زمین پر گرنے سے پہلے، ہی پیغ کریا ۔ چند سیکنڈز مک دہ اس چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھا رہا، پھر فاروق کی طرف بڑھا دی، اس نے بھی دیکھنے کے بعد فرزانہ کو دے دی ۔

کیا یہ چیز آپ کو پہلی بار جیب میں محسوس ہوئی ہے؟ محمود نے پوچھا۔

”ہاں! یعنی شاید۔ اس وقت سے میں نے جیب میں ہاتھ ابھی ڈالا تھا۔“

گویا آپ کو نہیں معلوم، یہ چیز کس طرح آپ ک کج میں آتی؟

”جی نہیں۔ بالکل نہیں۔ اس نے فروٹ کما۔“

”ہم اس چیز کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ معلوم کر سکیں، یہ کیا ہے اور آپ کی جیب میں اس کو کیون ڈالا گیا ہے؟“

”جی، بترا، آپ شوق سے اس کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔“

محمود نے دو چیز فرزانہ سے لے کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اب یعنوں تجربہ گاہ پہنچے۔ پروفیسر داؤڈ نے سوالیہ نظرؤں سے ان کی طرف دیکھا:

”کی کر آئے؟“

”مزید ملجمیں مول لے آئے ہیں۔“

”میں مطلب؟“

محمود نے ڈیبا نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔ انھوں نے بھی اس کو حیرت بھری نظرؤں سے دیکھا، پھر جلدی سے بولے:

”یہ تو کوئی خاص چیز محسوس ہوتی ہے۔ میں ابھی اس کو چیک کرتا ہوں۔“

"ٹوں کا سان کا۔"

"بیہاں کماں۔ وہاں کیاں۔" فرزاد نے بوکھلا کر کہا۔

"اے چٹٹ مٹکو۔"

"تم کیوں ہو گئے چالو۔ کون ہو تم۔ سیدھی طرح

بات کرو۔ ہمیں مریخ کی زبان نہیں آتی۔"

"حریت؟ دوسری طرف سے سوالیہ انداز میں کہا گی۔

"حریت نہیں۔ مریخ۔ کیا تم مریخ کی اولاد ہو۔

م۔ میرا مطلب ہے، کیا تم مریخ کی مخلوق ہو؟"

"مشنگ شمنگ"

"کیا مچانی ہے تم نے ہٹر بونگ۔ دماغ نہ چاؤ۔

اگر تم قبیلی مخلوق ہو۔ جو اس شہر میں اس وقت تک

کافی خوف دہرا اس پھیلا چکی ہے۔ تو ہمارے سامنے

آ کر بات کرو۔ چھٹی کا دودھ نہ یاد دلا دیا تو نام نہیں۔"

"یکن جھن۔ اے کیا پتا۔ چھٹی کا دودھ کیا ہوتا

ہے؟ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ڈبل شمبیل۔"

"سردی لگ رہی ہے شاید۔ کبیل کو شمبیل کر رہے

ہونا۔" فرزاد نے سمجھ جانے والے انداز میں کہا۔

اسی وقت دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گی۔

یہ کر کر دہ اپنے کرہ خاص میں پڑے گئے۔ "ینون باہر

بیٹھے رہ گئے۔ میں اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ محمود نے

رسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ایک عجیب و غریب

آواز سنائی دی۔

"خوں خوں۔ خان خان۔"

"ہوں ہوں۔ ہاں ہاں۔" محمود اسی کے انداز میں کہا۔

"یہ تم نے کیا کہا؟" فرزاد نے حیران ہو کر کہا۔ فاروق

بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ارٹا میٹا۔"

"کھٹا میٹھا۔" محمود نے کہا۔

"یہ تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگے۔ لاو۔"

رسیور مجھے دو۔ میں دیکھتا ہوں۔ کون ہے۔ دماغ

نہ درست کر دیا تو فاروق نام نہیں۔" یہ کہتے ہی فاروق

نے رسیور ہاتھ سے لے لیا۔ فوراً، ہی اس کے کالوں

سے عجیب پھنسی پھنسی سی آواز لکھ رہی۔

"جموٹانگ شراب۔"

"جٹ دا کھڑاک۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"اب تھیں کیا ہوا۔ لاو۔" رسیور مجھے دو۔" فرزاد نے

تلہ کر کہا۔ فوراً، ہی اس نے شنا:

اور بجھ سے اس نے کہا تھا۔ جو مانگ شریا پڑا۔  
اور بجھ سے — اڑا میٹا۔ اور خون خون۔ خال خال  
کہا تھا۔  
یہ سب الفاظ زٹ کرو۔ زبانوں کے ماہر کو  
دکھائیں گے۔ پروفیر داؤڈ روے۔

پہن انکل۔ کسی دوسرا سے یادے کی زبان، ہماری  
زین کا زبانوں کا ماہر کس طرح بجھ سکتا ہے۔ فاروق  
نے من بنایا۔  
بھی نوٹ کر لیتے ہیں اور دکھ دینے میں کی  
حوج ہے۔ وہ روے۔

آپ صحیح کہتے ہیں انکل۔  
شکریہ۔ آپ فرمائیے۔ اس آئے کے بارے  
میں کی بات معلوم ہوئی؟  
ایجی میں اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا،  
دیے وہ ہے کوئی بست ہی خاص چیز۔  
تب پھر آپ جلد از جلد پہنچانے کی کوشش کریں،  
یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے لیے نقصان دہ  
بات ہو۔

اہ! اس کا امکان بھی ہے۔ میں فون پر داتیں

اُف میرے مالک۔ یہ سب کیا ہے پڑھنا۔  
کیا ہے؟ انھوں نے پروفیر داؤڈ کی آواز سئی  
اوہ آپ۔ کیا رہا اس کا؟ محمد نے چونکہ کوچھا  
پھٹے تم بتاؤ۔ کس کا فون تھا؟  
شاید اسی مخلوق کا۔

تن۔ نہیں۔ وہ حیرت زده رہ گئے۔  
کیوں انکل۔ کیا آپ کے خال میں وہ مخلوق جو  
کار چلا سکتی ہے۔ ہمارے اس شہر میں بجیب و غریب  
واد داتیں کر سکتی ہے، فون نہیں کر سکتی؟  
پہ۔ پتا نہیں۔ کر سکتی ہے یا نہیں۔ وہ کہ

کیا دہی تھی؟ ڈبل شبیل۔ فرزانہ نے کہا۔  
کیا مطلب؟ وہ پوچھ کے۔

اور اس نے کہا تھا، مٹونگ شٹونگ۔  
یہ کیا بات، ہوئی؟

اے میٹ نا کو۔ اس نے کہا۔  
دماغ تو نہیں چل گی۔ کی کہ رہے ہوئے

اس مخلوق کے فون پر کہے گئے الفاظ سنادہی ہوں۔  
اوہ اچھا۔ کمال ہے۔

انھوں نے پروفیسر داؤڈ کے نام چٹ لکھی اور دہلی سے روانہ ہو گئے۔ خان رحمن کے دروازے پر پنگ کر مجدد نے دستک دی۔ ساتھ ہی تیز درودتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جوئی دادا زادہ کھلا۔ انھیں ظہور کی صورت دکھائی دی۔ اس کی صورت پر زلزلے کے آثار تھے:

”خیریت تو ہے ظہور انکل؟“

”خیریت اور ہمارے لیے۔ ہو، ہی نہیں سکتا۔ ظہور نے چلا کر کہا۔

”ہوا یک ہے۔“

”ہونا یکی تھا۔ ان کے سوٹ پر استری کر رہا تھا کہ بیگم نے آواز دی۔ اجی ذرا ہانڈی کو بھی دیکھ لیجئے۔ میں پڑتے پھیلا رہی ہوں۔ کیس جل نہ جائے۔ یہ سن کر میں نے ہنک لگائی۔ اگر سوٹ جل گی ہانڈی کو بچانے کے چکر میں۔ اس پر بیگم بولی۔ تو استری ایک طرف رکھ کر باورچی غانے میں جائیں نا۔“

”تب پھر سوٹ کس طرح بھے گا۔ انعام کس طرح ملے گا۔ میں نے کہا۔“

میرے یہ الفاظ خان صاحب نے مس لیے۔ ان کا

گرنے کی آواز مس کر باہر آگی تھا کہ شاید کوئی اہم بات ہو۔“

”اس وقت اس آئے سے زیادہ اہم بات اور کیا ہو سکتی ہے انکل۔ مارے بے چینی کے ہمارا بُرا حال ہے۔ بس آپ جلدی کریں۔“

”وہ پھر اس کرے میں چلے گئے۔ اور دروازہ اندر سے بند کریا تھا۔ اس خاص کرے میں ان کے سوا کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ دہلی فون بھی نہیں رکھا گیا تھا۔“ اباجان کی کمی ہمیں اب شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔“ محمود بڑھ رہا۔

”ہاں! یہی بات ہے، لیکن ہم کہہ کیا سکتے ہیں؟“ ”انکل خان رحمن کو تو بلا، ہی سکتے ہیں۔ کچھ تو کمی کا احساس کم ہو گا۔ فرزانہ بول اٹھی۔“

”کمی کا احساس کم ہو گا۔ بھی واہ۔ میرے خال میں ضرور ہو گا۔ ٹھہر دے۔ میں فون کرتا ہوں۔“

”فون کرنے کی بجائے۔ کیوں نہ ہم خود انھیں لے جائیں۔ ذرا باقی وگوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔“ فرزانہ بولی۔

”یہ زیادہ مناسب رہے گا۔“

سی مطلب۔ وہ چونکے۔ ساتھ میں مسکلتے بھی۔

”آپ نمکرا کیوں ہے ہیں۔ موقع تو حیرت کا ہے۔“

”ہم حیران بھی ہو رہے ہیں۔ لکھ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ انھوں نے آپ آپ دونوں کو سزا دنے کا پروگرام ختم کر دیا ہے۔“

”اک بھی کہا جا سکتا ہے۔ لہذا جب تمہارا نہیں ملے گی تو اتفاق کس طرح ملے گھکا۔ گویا اب صرف اور صرف تہذیب پر گزیدہ بسر کرنا ہو گی۔“

”یکن اس میں روشنے کی کیا بات ہے؟“

”میں رو صرف اس لیے رہا ہوں۔ کہ سزا سے بھیڑ ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا گی، ہوں۔ اب لکھن مجھ سے کہا کر سے گا۔ چلو ظہور۔ پکڑ لو کان۔“

”یہ۔ یہ آپ کی کہ رہے ہیں ظہور انکل؟“

”میر۔ میں۔ ٹھیک کر رہا ہوں۔ اس سزا کے بغیر تو میں یہاں جی بھی نہیں مسکتا۔ میں توبے موت مر جاؤں گا۔ بھی ہاں!“ اس نے کہا اور زور زور کے روشنے لگا۔ وہ حیران رہ گئے۔ یہ انھوں نے ظہور کا بالکل نیا روپ دیکھا تھا۔

غھٹہ آسمان سے باہیں کرنے لگا۔ فوراً وحاظتے۔ ادھر آؤ میرے کمرے میں۔ میں ان کے کمرے میں گی۔ تو چھرہ بالکل تپ رہا تھا۔ پیش کا گھر تھا۔ چیخ کر جوئے۔ اب پتا چلا۔ تم سوٹ کیوں جلاتے ہو اور سلمی ٹانڈیاں کیوں جلاتی ہے۔ تاکہ میں تم دونوں کو سزا دوں۔ اورہ سزا کے بعد ترس کھا کر بخاری بھوکم انعام دوں۔ آج میں نے آخر کار تھاری سازش پکڑ لی۔ اور کیوں نہ پکڑتا۔ آخر میں انپکڑ جسٹی کا دوست ہوں۔ مثیرغ رسانی کے پچھے جڑائیم تو میرے اندر بھی آہی پچکے ہیں۔“

”پھر کہ ظہور خاموش ہو گی اور بُرے بُرے بنانے لگا۔“

”ہونا کیا تھا۔ انھوں نے اعلان کر دیا۔ کہ اب چاہے، جتنے جی چاہے، سوٹ جلاو۔ جتنی جی چاہے، ٹانڈیاں جلاو۔ نکان پکڑوانے کی سزا ملے گی۔“

”تو پھر کیا ملے گا؟“

”بن صرف تہذیب۔“ غمود نہیں م بنایا۔

” مجھے جھوٹ بولتے دیکھا ہے کبھی۔“ انھوں نے انکھیں کل کر کر کا۔

” دیکھا تو نہیں۔“ ظہور نے جلدی سے کہا۔

” تو بس پھر خوش ہو جاؤ۔ لمبی چھوڑی سزا میں بھگتے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

” بہت بہت شکریہ فان صاحب۔“ اس نے کہا اور اندر کی طرف دوڑ گی۔

” آپ کو معلوم بھی ہے انکل۔“ سزا کے بغیر کیوں نہیں رہ سکتے؟

” عادی ہو گیا ہے۔ اور کیا؟“

” یہ بات تو خیر ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔“

” اوہ ہو۔ اچھا۔ وہ کیا۔ ذرا میں بھی تو سنو۔“

” وہ یہ کہ سزا کے بعد آپ ان دونوں کو انعام بھی دیتے ہیں۔ ان انعامات کے بغیر ان کا گزارا نہیں۔“

مُحُمَّد نے جلدی جلدی کہا۔

” اوہ۔ اوہ۔“ خان رحمان حیران رہ گئے۔ چھر مکرا کر بولے:

” اچھی بات ہے۔ اب میں پہلے سے زیادہ انعام دیا

” پسخ خان صاحب۔“

” یہ۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟“ مُحُمَّد نے گھبرا کر کہا۔

” میں۔ آپ کو نظر نہیں آتا۔ میں رو رہا ہوں۔“

اس نے جھلک کر کہا۔

” یہ باہر سے کس کے رونے کی آداز آ رہی ہے؟“

اندر سے خان رحمان کی آداز سنائی دی۔

” یہ، سم ہیں انکل۔ فاروق بولا۔“

” ہمیں فاروق تم۔ میکن تھیں رونے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟“

” ہم نہیں۔ ظہور انکل رو رہے ہیں۔“

” تو ظہور کو رونے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟“ ان کی آداز سنائی دی۔ ساتھ ہی وہ ان کے سامنے آگئے۔

” ارے ارے! یہ تو واقعی رو رہا ہے۔ کیا ہوا اے؟“

” آپ نے سزا کا فائدہ کر دیا ہے نا۔ بس اس یہے۔“

” تو یہ تو خوش ہونے کی بات ہے۔“

” ان کے لیے نہیں۔ یہ اس سزا کے بغیر خوش نہیں رہ سکتے۔ بلکہ زندہ نہیں رہ سکتے۔“

” اگر یہ بات ہے تو میں ہزار بار سزا دینے کے لیے تیار ہوں۔“ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

گروں گا۔ آڈ اندر پہنچیں۔  
”اندر جانے کا نہیں انکل، باہر جانے کا وقت ہے۔“

”تو پھر چلو۔ انھوں نے کہا، پھر چونک کر بولے۔“

”ارے ہاں۔ جمیش کھاں ہے۔“

”افسوس! ہم نہیں جانتے۔ انھیں آئی جی صاحب نے  
کہیں بھیجا ہے۔“

”کیا مطلب۔ تو کیا وہ یہ بتانے کے لیے تیار نہیں  
کہ انھوں نے جمیش کو کھاں بھیجا ہے۔“

”یہ بات بھی نہیں انکل۔“

”تو پھر تم مجھے وہ بات کیوں نہیں بتا دیتے۔ جو  
کہ ہے؟ انھوں نے تنگ آ کر کہا۔“

”سن لیجیے۔ وہ بات یہ ہے مگر آئی جی صاحب کو  
بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے آبا جان کو کھاں بھیجا ہے۔  
محمود نے کہا۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“

”پتا نہیں۔ ہم خود چران ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی۔“

”یاد تم نے میرا ذہن الْجَهَارَ کر دکھ دیا۔“

”اس میں ہم کیا لگتے ہیں انکل، خود ہمارے  
ذہن الْجَهَارَ ہوتے ہیں۔“

”نی الحال تو ہم تجربہ گاہ جا رہے ہیں۔ میکن ہو۔“

”باہر کھاں؟“

”نی الحال تو ہم تجربہ گاہ جا رہے ہیں۔ میکن ہو۔“

”مکتا ہے، یہ باہر جانا لمبا ہو جائے۔“

”لمبا ہو جائے۔ یعنی ہو سکتا ہے۔ ہم کیس دور

انکل جائیں۔ انھوں نے گھبرا کر کہا۔“

”اگر آپ کو کیس دور جانے کے خیال سے گھبراہیت

پڑ رہی ہے تو ہم معافی چاہتے ہیں۔ اگر آپ ہمارا

ساختہ دینا نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔“

”اب معافی چاہئے سے کیا ہو سکتا ہے؟“

”جی۔ کیا مطلب؟“

”جب میں ساختہ جاتے بغیر دہ نہیں سکتا تو معافی کس

بات کی۔ دراصل مجھے اپنی سونے کی کانوں کے معافی

کے لیے جانا تھا، میکن یہ معافیت تو بعد میں ہو جائے

گا۔ پہلے تم بتاؤ۔ کیا معاملہ ہے؟“

”معاملہ بہت لگنی ہے۔“

”غیر ملکیں معاملات تھارے ہتھے میں آتے ہی

کب ہیں۔ تھان رحمن مکراۓ ہتھے میں آتے ہی“

پھی یہ آہ تھا - دوسری طرف کے لوگ اس سے بات

چیت کرنا چاہتے ہوں - لیکن اس طرف سے جب کوئی جواب نہ ملا تو بات چیت کا ملٹے ختم کر دیا گیا۔

"ہوں ! گویا وہ آلم ہمارے کام کا نہیں - کیونکہ ہم تو ان کی بات چیت سمجھ، ہی نہیں سکتے۔ محمود بولا۔

"پتا نہیں ، فی الحال وہ ہمارے کام کا ہے یا نہیں - لیکن اتنا ضرور ہے کہ کام کا ثابت ہو سکتا ہے میں اس وقت اندر سے تیز آوازیں سنائی دیں -

## کوشش

آج انھیں اس آواز کی وجہ سے پروفیسر داؤڈ کے اس خاص کمرے میں داخل ہونا پڑا۔ جس میں ان کے علاوہ کوئی نہیں جاتا تھا۔ انھوں نے دیکھا۔ اس آئے میں سے بہت تیز قسم کی آواز نکل رہی تھی۔ آئے میں تھر تھرا ہٹک ڈھنڈتے تھے صاف دیکھ سکتے تھے:

"انکل ! میری بانی فرمائ کر ان آوازوں کو بھی ریکارڈ کر لیں۔"

اچھا۔ چا۔ انھوں نے کہا اور ڈیپ ریکارڈ کو آن کر دیا۔

آوازیں پورے کرے میں دھمک پیدا کر رہی تھیں۔ عجیب و غریب آوازیں۔ جیسے کوئی بھاری بھر کم آواز میں تقریر کر رہا ہو۔ اور ایک بڑا مجمع اس تقریر کو سن رہا ہو۔

"کاش! ہم یہ زبان سمجھتے۔ فاروق بڑھایا۔

"اگر یہ زبان ہے، ہی زمین سے باہر کی، تو یہاں کون سمجھ کے گا اس کو۔ محمود نے من بنایا۔

"پھر بھی ہم انکل گردیزی کے پاس جائیں گے ضرور پندرہ منٹ تک آواز گونجتی رہی، پھر خاموش چاگتی۔ انھوں نے ٹیپ ریکارڈر آن کر کے دیکھا۔

آوازیں روکارڈ ہو چکی تھیں۔ انھوں نے کیٹ نکال اور جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

"میں بھی ساتھ چلوں؟ خان رحمان بولے۔

"آپ نہیں رہیں۔ ان حالات میں پرو فیر انکل کو یہاں تھنا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"تم کی کہ رہے ہو۔ تجھر بہگاہ کے ارد گرد مطڑی موجود ہے۔ اندر بھی میرا سارا عملہ موجود ہے۔ مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"آپ نہیں جانتے۔ خطرہ موجود ہے۔ فراز نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں تھہر جاتا ہوں۔ دیے جی تم صرف مختلف زبانوں کو سمجھنے کے باہر کے پاس جا رہے ہو۔ میں ساتھ جا کر کیا کروں گا۔"

خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھ گئے، جلد ہی انکل گردیزی کے پاس پہنچتے تھے۔ کوئی مسئلہ درپیش آگیا شاید۔ گردیزی نے مُکرا کر کہا۔

"ہاں نکل۔ آپ کو چند آوازیں سناتے ہیں۔ ان کا ترجیح تو کو دیں۔"

"یہ کیا مشکل کام ہے؟ وہ بولے۔ انھوں نے کیٹ ٹیپ ریکارڈر میں لگا دی۔ پھر وہ آوازیں گونجیں۔ جو پروفیر داد دنے ان کی عدم موجودگی میں سُنی تھیں۔ پھر وہ بلند آواز سناتی دینے لگی۔ گردیزی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔

"اُف! میرے ماں۔ یہ کون کی زبان ہے؟"

"تو یہ آپ کے لیے بھی ابھی ہے؟"

"منو بھی۔ میں دنیا بھر میں بولی جانے والی تمام زبانیں توجاننا نہیں۔ ان میں سے زیادہ تو کو جاننا ہوں۔ یہک جو زبانیں میں نہیں جانتا، ان کے بارے

بلکہ ہمارے ملک پر وہ مخلوقی جملہ کوڑ ہو جائے اور  
ہم پچھے خدا کر سکیں۔  
” حالات بتا رہے ہیں ۔ ہم پھر بھی نہیں کر سکیں  
گے۔ محمود نے کہا۔

” یہ ۔ یہ آپ نے کہا ہے۔ جنہوں نے بھی ہمت  
ہارنا نہیں سیکھا۔

” یہ معاملہ ہمت کی لار بحیت کا نہیں ہے۔

” تو پھر ۔ یہ معاملہ کس کا ہے؟  
” حالات کا ۔ جس سیارے کی وہ مخلوق ہے۔  
اگر وہ سیارہ سائنس کی ترقی میں ہماری زمین سے  
یکڑوں سال آگے ہوا تو ہم اس مخلوق کا کیا بگاؤ  
سکیں گے؟

” ہوں ! بات تو صحیح ہے۔ اور اگر بات یہی ہو  
تو پھر تباہی اور بریادی کے لیے تیار ہو جائیں۔

” کل کے اخبارات میں اسی سے میں ساری تفصیل  
شائع ہو جائی گی۔ آپ اس کا مطالعہ کر کے فون کیجیے  
گا کہ آپ کس نتیجے پر مبنی ہیں؟

” اچھی بات ہے۔ گردیزی نے کہا۔

” تو پھر جلد خود کریں ۔ ایسا نہ ہو ، ہمارے شہر

میں آنابتا سکتا ہوں کہ وہ کس ملک کی ہے۔

” گیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ زبان دُنیا کے  
کسی ملک میں نہیں بولی جاتی۔

” ہاں ! بالکل یہی بات ہے۔

” تب پھر اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ زبان  
کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کی ہے۔ اور اس مخلوق  
کو یہاں دیکھا جا چکا ہے۔ اس کی کار کو بھی دیکھا  
جا چکا ہے۔

” اف ماں ۔ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟  
” اور ہم کس قسم کی باتیں کریں؟

” تو کیا واقعی ہمارے شہر میں کسی سیارے کی  
مخلوق اُتر چکی ہے؟

” ہاں ! اس میں اب کوئی شک نہیں رہ گی۔  
” یکن ۔ وہ مخلوق اپنی کار سمیت آخر شہر میں کس  
طرح آگئی ۔ ہذا میں سے ۔ سمندر کے راستے ۔  
” خلکی کے راستے ۔ اس کے آنے کا علم کسی کو یہاں نہ  
ہو سکا۔

” اس پہلو پر ہمیں ابھی غور کرنا ہے۔

” تو پھر جلد خود کریں ۔ ایسا نہ ہو ، ہمارے شہر

سب سے خفاف کسوال۔ ابا جان کہاں ہیں۔ ابا جان کی گم شدگی میں کیا اس مخلوق کا ہاتھ ہے؟ آئی جی صاحب کو اگر مخلوق نے حکم دیا تھا اور اس کے حکم پر ہی انہوں نے ابا جان کو ہدایت دی تھی۔ تب تو یہی کہا جائے گا کہ ان کی گم شدگی میں اس مخلوق کا ہاتھ ہے؟ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

یہنک یہ بات حق سے نہیں اترتی۔ جعلہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کو، ہمارے ابا جان کے بارے میں کیا معلوم۔ اور اگر یہاں آ کر اس نے معلوم کیا ہے تو بھی اسے ابا جان سے ڈرنے کی کیا ضرورت؟

یہ سمجھی باتیں عجیب ہیں۔ اور جب تک ابا جان نہیں آ جاتے۔ اس وقت تک ہم شاید اس معاملے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ہوں! انہیں کہاں سے لایا جائے۔ کس طرح لایا جائے؟

شاید آئی جی صاحب کی یادداشت واپس آ گئی ہو۔ میرا مطلب ہے۔ شاید ان کا دماغ کام کرنے لگ گیا ہو۔ کیوں نہ فون کر کے پوچھ یہاں جائے۔

ہاں! ٹھیک ہے۔

خود نے ان کے نہر ملا تے اور سدھ ملنے پر بولا:

اسلام علیکم انگل۔ آپ کو یاد آیا یا نہیں کہ آپ نے ابا جان کو کہاں بھجا ہے؟

”افسوس! ابھی تک کچھ یاد نہیں آیا۔“

”اوہ اچھا۔ جو نہی یاد آئے۔ آپ ہمیں بتا دیجیے گا۔“

”ضرور بتا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔ وہ بولے۔“

اب انہوں نے فاروق احمد بھٹی کے گھر فون کی، اس کی بیوی نے فون کا رسیور اٹھایا۔ ان کے نام سن کر وہ بولی:

”جی فرمائیے۔ کیا بات ہے؟“

”بھٹی صاحب سے بات کرنا دیں۔“

”افسوس! میں بات نہیں کر سکتی۔“

”کیوں۔ کیا ہوا؟“

”وہ غائب ہیں۔ اس نے کہا۔“

”بچا کہا۔ فاروق احمد بھٹی غائب ہیں؟“

”ہاں! آپ کے جانے کے بعد وہ اچانک اپنے کرنے سے غائب ہو گئے۔“

”مطلوب یہ کہ دروازہ کھول کر نہ جانے کہاں“

پڑے گئے۔ محمود جلدی سے بولا۔

"بھی نہیں۔ انھوں نے دروازہ نہیں کھولा۔ پھر بھی غائب ہو گئے۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟  
اُنکے دیکھ لیں، مجھے بھی ابھی یہ بات معلوم ہوئی  
ہے۔ کمرے کا دروازہ بند ہے اور وہ اس میں نہیں  
ہیں۔ اس نے کہا۔

"ہم آرہے ہیں، یہ چیز کو ہاتھ نہ لگائیے گا۔  
محمود نے گمراہ کر کہا، پھر جلدی سے رسید و کھل کر اُنھے  
کھڑا ہوا۔

"او، بھی چلیں۔ یہ کیس تو شاید ہمیں پختنیاں دے  
کر چھوڑے گا۔ شکر کریں گے، اگر یہ اس محنت میں چھوڑ دے۔  
فاروق مسکرا یا۔

"اب فاروق احمد بھٹی صاحب! اپنے کمرے سے غائب  
ہیں۔ مطلب یہ کہ دروازہ اندر سے بند ہے اور وہ  
ہونے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"کہا کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دونوں نے ایک  
ساتھ چلا کر کہا۔

جلد ہی وہ فاروق احمد بھٹی کے ہاں پہنچ گئے۔ ان  
کی بیگم بے تباہ انداز میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔  
آواز سن کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا:  
"آئیے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ یہ بھی۔ وہ اپنے  
کمرے میں تھے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ بیگم میں دروازہ  
بند کر کے کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ تم ذرا باہر چلی جاؤ،  
میں باہر نکل آئی۔ انھوں نے دروازہ بند کر دیا۔  
پھر ایک گھنٹہ گھنٹہ گی۔ نہ ان کی آواز سنائی دی، نہ  
دروازہ کھلا۔ میں بنے سوچا۔ کہیں سوچتے سوچتے سو  
د جائیں۔ ابھی انھوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔  
لہذا دستک دی۔ اندر سے جواب د ملا۔ پھر باقاعدہ  
دروازہ پیٹا۔ یہکن ان کی آواز سنائی نہ دی۔ اب تو  
میں گمراہ گئی۔ دروازے میں بکوئی جھری نہیں ہے۔  
لہذا پیار پانی کھڑی کر کے روشن دان سے اندر جائیں  
کمرہ خالی نظر آیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ خود بیٹا میں، محمود نے کہا۔  
میں کی کہ سکتی ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اور  
میں کیوں بتاؤں۔ سراغِ رسان آپ ہیں، آپ سادیں  
نہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

کوئی سمجھتی نہیں تھے۔ کہ روشن دان سے نکل گئے ہوں گے،  
روشن دان میں بھی دو سلاخیں لگی ہوتی تھیں۔ اس میں  
سے نکلا بھی ممکن نہیں تھا۔ اگر ان دونوں سلاخوں کو  
نکال دیا جاتا تو بھی کسی صحت مند آدمی کے پیسے باہر نکلا ممکن  
نہیں تھا۔ ہاں کوئی پسلا دبلا آدمی ضرور نکل سکتا تھا۔

”اُن میرے اللہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ایک بیتا جاگا  
انسان بند کر کے سے غائب ہو جائے۔ کیا وہ ہوا میں  
تحلیل ہو گئے؟ بیگم فاروق بولیں۔

”آپ حوصلے سے کام لیں۔ آپ کے مکان کے نیچے  
کوئی تھا نہ تو نہیں ہے؟“

”تھا نہ تو۔ یہاں تھا نے کا کیا کام؟“  
”یہ مکان آپ کا اپنا ہے؟“

”جی ہاں! ہمارا اپنا ہے۔ فاروق صاحب کا آبائی مکان  
ہے۔“ بیگم فاروق نے کہا۔

اب انہوں نے کمرے کے فرش کا جائزہ یا۔  
دیواروں کو دیکھا۔ آتش دان کو دیکھا۔ بیگم فاروق جرا  
تھیں مگر وہ کی کر رہے ہیں۔ پندرہ منٹ کی کوشش  
کے بعد آخر انہوں نے جان یا کہ اس کمرے کے نیچے  
کوئی تھا نہیں ہے۔ نہ کوئی خینہ راستا ہے۔

”ادہ ہاں واقعی۔ ہم بھی کچھ نہیں بت سکتے اور آپ  
بھی۔ لیکن ہم غور کر سکتے ہیں۔ اپنی عقل رڑا سکتے ہیں۔“  
ان کاموں سے پہلے یہ دروازہ توڑنا پڑتے گا：“  
”توڑ دیں۔“ میں تو صرف آپ کی وجہ سے رُک  
گئی تھی۔ درز پڑویں کو بُلا کر کب کا تڑوا پچھلی تھی۔  
”یہ اور اچھا ہوا کہ آپ نے پڑویں کو نہیں بولایا،  
ورز اور خوف دہراں پھیل جاتا۔“  
”اللہ اپنا دھم فرماتے۔“

انہوں نے دروازے کے قبضے اکاڑنے کی کوشش  
شردع کر دی۔ پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد دروازہ  
گھل گیا۔ اندر داخل ہونے سے پہلے انہوں نے کمرے  
کا بغور جائزہ یا۔ اس کمرے میں کوئی اور دروازہ  
نہیں تھا، نہ کوئی کھڑکی تھی۔ دروازے کے دوسری طرف  
صرف ایک روشن دان تھا۔ کمرہ بالکل خالی پڑا تھا۔  
وہ بستر۔ جس پر فاروق احمد بھٹی بیٹھے تھے۔ اس پر  
شکنیں تھیں۔ کمرے میں ان کے جو تے بھی نہیں تھے،  
گویا وہ جہاں گئے تھے، بھتوں سمیت گئے تھے۔  
لیکن سوال یہ تھا کہ بند دروازے سے وہ کس طرح  
نکل گئے۔ وہ انسان تھے۔ کوئی ہوا نہیں تھے۔

اس کا مطلب ہے۔ فاروق احمد بھٹی کو غائب کر دیا  
گیا ہے۔ ”یکن کیسے؟“

”اب میں یہ کہنے پر مجبود ہوں۔ کہ یہ کام اسی  
غیرزمیں مخلوق کا ہے۔“

”نن۔ نہیں۔“ وہ ایک ساتھ ہوئے۔

”درذہ پھر اس کے علاوہ یہ کہا جا سکتا ہے۔“

”ہوں۔“ واقعہ بھی بہرحال عجیب ترین ہے۔ پولیس  
میں رپورٹ بھی درج کرانا پڑے گی۔“

محمد نے دہان کے پولیس اسٹیشن کے نمبر ملائے اور  
پتا نوٹ کر دیا۔ تھوڑی در بعد ایک سب انپکٹر چند  
کائنٹیبلوں کے ساتھ پیش گی۔ جب انھیں واردات کے  
بادے میں بتایا گیا توان کے مز کھل گئے۔ بہرحال وہ  
رپورٹ درج کرنے کے بعد جمعے گئے۔

”ہم انھیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ  
واقعہ عجیب ترین ہے۔ ہم آپ کو کوئی زیادہ امید بھی  
نہیں دلا سکتے۔“

”میں سمجھتی ہوں۔“ بیگم فاروق نے روٹے ہوئے کہ۔

اور وہ اول پر جھادی بوجھ لیے دہان سے چلے آئے۔

”ذہن کام نہیں کر رہا۔“ اس واقعے کو ہم پروفیر انکل  
کے سامنے رکھتے ہیں۔

”ٹیک چکے۔“

”وہ تجربہ گاہ لوٹے۔“ پروفیر داؤڈ اور خان رحمان کو  
واقعہ سنایا گی۔ ان کی چرت بھی دیکھنے کے قابل تھی:

”آفسر یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟“

”ہوئے کو ہو سکتا ہے۔“ پروفیر داؤڈ ہوئے، پھر کہا:

”یہ معامل غیرزمیں مخلوق کا ہے۔ جو ہم سے سامنے  
کے میدان میں یکٹوں سال آگے معلوم ہوتی ہے۔“

ہو سکتا ہے۔ انھوں نے انسان کو نظردن سے او جمل  
کرنے کا کوئی طریقہ دریافت کر لیا ہوا۔ کچھ ایسی لہری  
ایجاد کر لی ہوں۔ جن کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظردن  
سے غائب ہو جائے۔ جس طرح آئن شائون نے جہاز  
غائب کرنے کا کامیاب تجربہ کر لیا تھا۔ اگر جہاز انسانی  
نظردن سے غائب ہو سکتا ہے تو کوئی انسان کیوں غائب  
نہیں ہو سکتا۔“

”یکن انکل۔“ یہ معاملہ اور ہے۔ کمرے کا دید و ادراہ

اندر سے بند تھا۔

”یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔“ پروفیر سکرائے۔

"کس طرح - ذرا ہم بھی تو نہیں؟"

"جس وقت کمرے کا دروازہ کھلا تھا - کوئی نفر ن آئے والا وجود اندر داخل ہوا - اس نے غیر محسوس طور پر فاروق احمد بھٹی کے ذہن میں یہ بات بُخدا دی کہ اب اسے دروازہ اندر سے بند کر کے کچھ سوچنا چاہیے - لہذا اس نے اپنی بیوی سے یہی بات کہ دی اور وہ باہر نکل گئے - فاروق احمد بھٹی نے دروازہ بند کر دیا، اب اس غیر زینتی وجود نے اسے بھی اپنی طرح غائب کر دیا - اور بے ہوش بھی - اس کی بیوی نے کمرے کو خالی پایا تو حیران رہ گئی - تم لوگوں کو اس نے یہی بتایا - لہذا تم دہاں گئے - دروازہ توڑا - اور ادھر موقع پا کر وہ مخلوق فاروق احمد بھٹی کو ساتھ یے دہاں سے نکل گئی۔

"ادے - اودہ - ٹائیں" - ان کے مزے سے نکلا۔

"کمال ہے - اس طرح تو واقعی ہو سکتا ہے" - محمود

نے کہا۔

"ہو سکتا ہے نا" - پروفیسر داؤڈ مسکراتے۔

"تب پھر - فاروق احمد بھٹی زندہ ہیں، لیکن یہیں اس غیر زینتی مخلوق کی قید میں" - فاروق نے جلدی

جلدی کہا۔

"ضرور یہی بات ہے - درمذہ اگر کچھ شخاواں کے ذریعے کسی انسان کو غائب کیا جائے تو دہاں اس کے غائب ہونے کے کچھ - کچھ آثار ضرور پائے جائیں گے - آج کل ایکسرے یہ زر کے ذریعے ہر چیز کو جاپ یہیں تبدیل کیا جا سکتا ہے - لیکن - دہاں کچھ تو آثار نہیں گے"۔

"تو اب اس غیر زینتی مخلوق کو گرفتار کرنا ہو گا"۔

"وہ روزانہ رات کو ایک بجے فاروق احمد بھٹی والی چیک پوسٹ سے ضرور گزر دیتی ہے - اب معلوم نہیں، گزر دیتے گی یا نہیں - لیکن آج رات، ہم دہاں پہرہ دیں گے، ملٹری اور پولیس بھی دہاں زبردست تیار ہوں کے ساتھ موجود ہو گی - ہم چاہتے ہیں، آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں"۔

"اچھی بات ہے - لیکن پہلے میں اس سلسلے میں آئی جی صاحب سے بات کر لینی چاہیے" - خان رحمان نے کہا۔

"جی ہاں ہم سیدھے دہیں جا رہے ہیں"۔

"میرا خیال ہے - اب ہم لوگ بھی ساتھ چلتے ہیں"۔

درمذہ ہم یہاں بور ہوں گے - یہ معاملہ اب ہمیں سے

تو بیٹھنے دے گا نہیں۔  
باکل ٹھیک۔

وہ اسی وقت آتی جی صاحب کے پاس پہنچے۔  
سر۔ آپ کو یاد آیا یا نہیں کہ آپ نے اب اجان  
کو کہاں بھیجا ہے؟

نہیں یاد آیا۔ وہ ملجن کے عالم میں بولے۔  
ہمیں۔ خیر۔ اب ہمارا ایک پروگرام ہے۔  
تاں۔ انہوں نے کہا۔

مُحود نے تفصیل انھیں سُنا دی۔

ٹھیک ہے۔ آج رات ہم اس غیر زمینی مخلوق کو  
ضرور گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن ہمیں اس کا  
طریقہ کار سوچ لینا چاہیے۔

ٹھیک ہے۔ آپ فوج کے کسی ماہر آفسر کو ملا لیں  
اوہ پولیس کے بھی۔ پھر آپس میں طے کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گی۔ اور آخر طریقہ کار طے کر  
یا گیا۔ اسی رات وہ سب وہی موجود تھے۔ فاروق  
احمد بھٹی کی پیچک پورٹ پر۔ لیکن اس وقت ان کے  
ساتھ فاروق احمد بھٹی نہیں تھا۔ انھیں ایک بار پھر اس  
کا خیال آگی کہ نہ جانے بنتے چارہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔

انہوں نے غیر زمینی مخلوق کی گرفتاری کا پورا پورا انتظام  
کی تھا۔ ایک ترتیب میں پروگرام کو مکمل کیا جانا تھا۔  
وہ اپنے اپنے مورچوں میں تھے۔ اور غصب کی سردی  
ان کے مزاج پوچھ رہی تھی۔

ایسے میں ٹھیک ایک بخنے میں چند یکنٹہ پر دوسرا  
طرف سے کار کی لائیں نظر آنے لگیں۔ اور پھر کار  
زدیک آتی چلی گئی۔

## برف کے اس پار

مردک پرہ وہے کے پاپ کے ذریعے رکاوٹ ڈالی گئی۔ کار کے  
تھی۔ لہذا سیاہ کار نزدیک آ کر رک گئی۔ کار کے  
شیخے ذرا سا بچے سر کے، یعنی کار کے نزدیک کوئی نہیں  
تھا۔ نہ کہن میں کوئی تھا۔ آخر کار کا دروازہ کھلا اور  
اس میں سے ایک عجیب مخلوق بچے اتری۔ اس کا سر  
باکل گول ہانڈی جیسا تھا۔ اسی ہانڈی میں دو باریک باریک  
ہنکھیں چکتی نظر آئیں۔ انہیں سے بچے ناک کے دوسراخ  
تھے۔ اور پھر مز کا سوراخ تھا۔ اس کے ہاتھ باکل پتے  
پتے تھے۔ بازد بھی وہے کی سلانخ کی طرح گول اور  
پتے تھے۔ اسی طرح مانگیں۔ دریانی دھڑ بس کی وجہ  
سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بس ایس تھا جیسے پینٹ کر  
دیا گی ہو۔ جسم کے ساتھ باکل چکا ہوا لگ رہا تھا۔  
وہ مخلوق وہے کے راذمک آئی۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور

راڑ پر پڑا۔

دیکھنے والوں میں سننی کی تردود گئی۔ راڑ دریان سے

ٹوٹ گیا تھا۔

”جال پھیکا جائے۔“ فوجی آفسر کی آواز اچھری۔

فوری طور پر ایک جال اس مخلوق پر آگما۔ وہ اس

وقت کار کی طرف متوجہ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ

جال کی طرف بڑھے اور دوسرے لمحے جال تار تار ہو

گئی۔ حالانکہ وہ بہت مضبوط تھا۔ اب وہ پھر کار کی

طرف بڑھی۔

”کار کے ٹار پنچھ کر دیئے جائیں۔“ فوجی آفسر نے حکم دیا۔

ٹار پنچھ کی کے گئے، یعنی کوئی دھماکا نہ ہوا۔

”اب اس مخلوق پر فائز کی جائے۔“

مخلوق پر فائز نگ شروع کی گئی۔ وہ اپنی جگہ سے

ہی بھی نہیں۔ پر سکون انداز میں کھڑی رہی۔

”اُف مالک! اس کا تو بال بھی بیکا نہیں ہو رہا۔“

اُنی بھی صاحب بولے۔

”میرا خیال ہے سر۔ توب کا فائز کیا جائے؟“ فوجی

آفسر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کر دیں۔“ وہ بولے۔

ادہ دلتی ! اس طرف تو ہم نے توجہ ہی نہیں دی۔“

”ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ ہم اب بھی تعاقب شروع کر سکتے ہیں۔“

”اور اگر کارڈ نظر آسکی تو کل تو تعاقب کر ہی سکتے گے۔“

”میرا خیال ہے۔ تعاقب کا پروگرام کل پر ہی رکھا جائے۔ ہم پورے شہر میں جاں بچا دیں گے۔ سیاہ کار چاہے، کتنی رفتار سے جائے۔ اس کا تعاقب پوری کامیابی سے کیا جائے گا اور ہم یہ معلوم کر کے رہیں گے کہ وہ کہاں جاتی ہے۔“ فوجی آفیسر نے جلدی جدید کہا۔

”بہت خوب ! یہی مناسب رہے گا۔ کل اس کار

سے آگے بھی کاریں موجود ہوں گی۔“ تعاقب میں ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ آئی بھی صاحب بولے۔

”دوسرے دن رات کے ایک بجے سے پہلے پورے شہر میں تعاقب کی تیاریاں کر لی گئی تھیں۔ ہر موڑ سے اگلے موڑ تک پونیس اور فوج کی گاڑیاں موجود تھیں۔ اور شہر سے باہر جانے والی سڑک اک موجود تھیں۔“

”ٹھیک ایک بجے۔ سیاہ رنگ کی کار آتی نظر آتی، اسے روکنے کی کوشش نہ کی گئی۔ اسی طرح اس میں سے سب لوگ مجن میں۔“

اب توپ داغی گئی، لیکن اس سے صرف اتنا ہوا کہ مخلوق اپنی جگہ سے پچھا آگے بڑھ گئی اور بس۔ اس کا پچھ بگڑا نہ کار کا۔

چاروں طرف سے داریکے گئے، لیکن وہ نہ کار کو نقصان پہنچا سکے نہ مخلوق کو۔

”یہ تو ہماری شکست کا عام اعلان ہے۔ محمود بڑھ رہا۔“ مخلوق اب کام میں بیٹھ چکی تھی۔ وہ فائز کرتے رہ گئے۔ اور کار بکھل گئی۔

”یہ تو پچھ بھی نہ ہوا۔“ ایسے دو چار اگر اور آگئے۔ تو حکومت ان کے ہاتھ میں ہو گی۔ فاروق بڑھ رہا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“ کمال تو یہ ہے کہ طیارہ شکن توپیں بھی اس کار کا پچھ نہیں بگھاؤ سکیں۔

”اب ہم کس سے پوچھیں۔ اب آجان کہاں ہیں۔“ فاروق احمد بھٹی کہاں ہیں۔ محمود بڑھ رہا۔

”ایک منٹ سر۔ ہم لوگ اس کار کا تعاقب تو کر سکتے ہیں۔“ فرزان نے قدرے بلند آواز میں کہا، تاکہ سب لوگ مجن میں۔

وہ عجیب حقوق اُتری۔ اس نے نئے راڈ کو توڑا، پھر کار میں بیٹھی اور آگے بڑھ گئی۔

ساتھ ہی انہوں نے تعاقب شروع کر دیا۔ اب سرکاری گاڑیاں اس کار کے آگے بھی تھیں اور بیچھے بھی۔

اور ہر سڑک سے دائریں کے ذریعے رابطہ رکھا جا رہا تھا۔ جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ سیاہ دنگ کی

کار کی رفتار ان کی تیز ترین گاڑیوں سے کہیں زیادہ ہے اور وہ آگے ہی نکلتی جا رہی ہے۔ گویا ان کے پاس

سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اس کو روک دیا جائے۔ لہذا ہدایات کے مطابق اس سڑک پر اپنک ایک بلڈنگ

لاکھڑا گیا گی جس سے سیاہ کار کو گزدنا تھا۔ یعنی فروہی کار سڑک سے اُتر کر جنگل میں داخل ہو گئی۔

اور جب تک سرکاری گاڑیاں جنگل میں داخل ہوتیں، وہ دوسری سڑک پر نکل چکی تھی اور اب پھر رواں دواں

تھی۔ اب پھر اس کے سامنے بلڈوزر کو لایا گی۔ اس مرتبہ کار ایسی جگہ روکی گئی تھی کہ اس کے دائیں بائیں

گھری کھائیاں تھیں اور وہ اس طرف نہیں اُتر سکتی تھی۔ سیاہ کار پہنچ کے لئے رکی، پھر بلا کی رفتار سے بلڈوزر کی طرف بڑھی۔

اس پاس موجود تمام لوگ مارے چرت کے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ کار بلڈوزر سے بلکراہی۔ بلڈوزر اپنی جگہ سے آچلا اور کھائی میں جاگرا اور سیاہ کار بیس جا وہ جا۔

یکن تعاقب کرنے والی کاریں آگے بھی موجود تھیں، وائریں کے ذریعے تمام اطراف کو چوکس کر دیا گی۔ تعاقب چاری رہا۔

محسود، فاروق اور فرزانہ اس وقت خان رحمان کی کار میں سیاہ کار کے عین بیچے تھے۔ اور مارے چرت کے ان کی شیان بالکل گم تھیں۔

”انکل! اس مصیبت سے مقابلے کے لیے اگر آباجان یہاں موجود نہیں ہیں تو ہم انکل کا مران مژدا کو تو بلا، ہی سکتے ہیں۔“ بات تو شیخ ہے۔ ذرا اس تعاقب سے فارغ ہو یں۔ پھر انھیں فون کریں گے۔“ انہوں نے کہا۔

”اور میرے ذہن میں ایک ترکیب سر اُبجاء رہی ہے۔ ایسے میں فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔“

”اللہ کا شکر ہے کہ ترکیب سر اُبجاء رہی ہے۔ پیر نہیں اُبجاء رہی۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

فرزانہ جلدی بتاؤ۔ فاروق کی جلدی کہیں ترکیب کو

کی آواز اُبھری۔  
”جی۔ کس کی؟ فرزاد چونک کر بولی۔  
”شاید بھوک کی۔ فاروق نے فوراً کہا۔  
”نہ۔ نہیں۔ مجید کی۔ انہوں نے اُداس بعے  
پیں کی۔  
اور وہ بھی اُداس ہو گئے۔ واقعی۔ وہ اس وقت  
ان کی صردوت بہت شدت سے محسوس کر رہے تھے:  
”اللہ کرے۔ وہ جہاں بھی ہوں۔ خیریت سے ہوں۔  
خان رحمن بولے۔

”آئیں! انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

تعاقبِ جاری رہا۔ اچانک سیاہ کار ان کی نظرden  
سے اوچھل ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس  
گھر سے میں جا گری تھی۔ خان رحمن نے پورے بریک  
گائے۔ درمیانی فاصلہ کافی ہوتے ہوئے بھی وہ رکھتے  
رکھتے عین اس گھر سے کے پاس آ کر رکے۔ جو بلم کی  
مدے سے بنایا گیا تھا۔  
”بے چاری سیاہ کار۔ فاروق نے انہوں نے انداز میں کہا۔  
”بہت دُکھ ہو رہا ہے اس کے تباہ ہونے کا۔ محمود

مکرا دیا۔

”یہ میری باتیں ہیں۔ کوئی تسلیم کا ڈرم نہیں۔ فاروق

نے اسے گھورا۔

”ترکیب یہ ہے کہ جس سڑک پر یہ کار چلی جا دی  
ہے۔ کافی آگے۔ ایک بم مار کر سڑک میں بہت گر  
گڑھا ڈال دیا جائے۔“

”بہت خوب۔ ترکیبِ خود دست ہے۔ میں کام سے  
موجود فوجی افسروں سے بات کرتا ہوں۔“

خان رحمن بولے اور چھر آگے رابطہ قائم کرنے لگے۔ مل  
ہی انہوں نے اپنی بات پوری کر لی اور دوسری طرف سے  
اس ترکیب پر عمل کرنے کی فوری طور پر تیاری کی  
جانے لگی۔

”اب، ہمیں درمیانی فاصلہ زیادہ کر لینا چاہیے۔ ہمیں  
معلوم۔ سڑک پر گڑھا کیاں آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ  
اس سیاہ کار کے چیچے ہم بھی گردھے میں جا پہنچیں۔“  
نے گھبرا لی ہوئی آواز میں کہا۔

خان رحمن سڑکا دیے اور انہوں نے درمیانی فاصلہ  
زیادہ کر لیا۔

”مم۔ مجھے یاد ستارہ ہے۔“ ایسے میں پر ویسپر وادہ

فرازد آفر تھاری ترکیب ہی کام آئی۔  
یہ سب اللہ کی مربانی سے اُنکل۔

ہاں بُاس میں کی شک ہے۔

وہ کار سے اُتر کر گڑھے کے مٹاک پہنچ گئے۔  
دوسری کاریں بھی رک گئی تھیں۔ اور اس گڑھے سے  
آگے جو کاریں تھیں، وہ تو گڑھا بننے کے ساتھ ہی رک  
گئی تھیں۔ وہ لوگ بھی یونچے اُتر آئے۔ سب نے گڑھے  
میں دیکھا۔ گڑھا کافی گرا تھا۔ اور سیاہ کار اس گڑھے میں  
موجود تھی۔

ایے میں انہوں نے ایک اور حرمت انگریز ترین منظر  
دیکھا۔ ان کی آنکھیں حرمت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی  
وہ گئیں۔ انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا  
تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ سیاہ کار کی ہیسلی کاپنڈری کی  
طرح اوپر آٹھ بھی تھی۔ آہستہ آہستہ اُنھیں وہ گڑھے سے  
اوپر آگئی۔ پھر سڑک پر آ کر وہ پہنچ کی طرح دوڑنے  
لگی۔ اب گڑھے سے چیچے والی کاریں اس کا تعاقب  
نہیں کر سکتی تھیں۔ صرف وہ کاریں تعاقب میں روانہ ہو  
گئیں۔ جو پہنچے ہی گڑھے کے پار موجود تھیں۔ اور وہ ہاتھ  
ملتے رہ گئے۔

فرازد۔ تمہاری ترکیب بھی دھری کی دھری رہ گئی۔  
فاروق نے اُداس بھے میں کہا۔  
”ہاں! بھے بھی اس کا حد درجے افسوس ہے۔  
”یکن افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو تعاقب  
سے بھی گئے۔  
”آئیے انکل۔ واپس چلیں۔ اور انکل کامران مرزا سے  
رابطہ قائم کریں۔  
”چلو بھائی۔ خان رحمان بولے۔

وہ واپس پہنچے اور گھر پہنچے، یکونکر کرنے کے لیے اب  
ان کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ جونہی وہ گھر میں  
داخل ہوئے۔ حرمت زدہ رہ گئے۔  
انپکڑ جشید گھر میں موجود تھے۔

”یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ فاروق کے مٹے سے نکلا۔  
”کیا دیکھ رہے ہو۔ بھی یہ میں ہوں۔ انپکڑ جشید  
سکتا دیے۔  
”یکن آپ تھے نہیں۔ آپ کو معلوم ہے۔ غیر میں

اب تک کی کچھ ہو چکا ہے؟

کچھ معلوم ہے۔ جو معلوم نہیں، وہ تم سے پوچھوں گما۔ انھوں نے کہا۔

سوال یہ ہے کہ آپ کہاں تھے؟

”نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ سیاہ کار کو کہاں چھوڑا تے ہوئے وہ بولے۔

”اوہ۔ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے؟

”نہیں۔ اس حد تک نہیں۔ کسی حد تک۔

”پہلے آپ یہ بتائیں۔ آپ کہاں چلے گئے تھے؟

”دُنیا کے اس پار انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”جی کیا کہا۔ دُنیا کے اس پار؟

”ہاں! دُنیا کے اس پار؟ وہ بولے۔

”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ محمود نے لمحہ کر کر کہا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ وہ سکرانے۔

”آپ۔ آپ کون ہیں؟ اچانک فرزانہ بولی۔

”میں۔ ارے سے بھی، میں تھارا والد ہوں۔

”یکن ہمارے والد اس قسم کی باتیں نہیں کرتے۔

فرزانہ نے کہا۔

”اس یہے کہ آج سے پہلے میں نے دُنیا کے اس پار

وہ علاقہ دیکھا ہی نہیں تھا۔

”آخر آپ کہا کیا چاہتے ہیں؟

”مجھے اس رات آئی ہی صاحب نے فون گھر کے اپنے لگھر بُلایا تھا۔ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو وہ اپنے کرے میں بند کسی سے بات چیت میں مصروف تھے۔ میں اندر گاہ تو وہ بولے:

”اوہ بھی۔ ان سے ملو۔

”میں نے چیراں ہو کر ادھر ادھر دیکھا، یکن دیاں کوئی بھی نہیں تھا۔

”جی۔ کیا فرمایا۔ دیاں کوئی نہیں تھا؟

”ہاں! دیاں کوئی نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے۔

”آئی ہی صاحب کے علاوہ۔ یکن انھوں نے بتایا کہ دیاں ایک صاحب موجود ہیں۔ اور وہ صاحب مجھے ایک جگہ کی سیر کرانا چاہتے ہیں۔

”کس سلسلے میں ہی میں نے پوچھا۔

”میں کسی سلسلے میں نہیں۔

”جب پھر میں سیر کر کے کیا کر دیا کہا؟ میں نے فوراً کہا۔

یہ میرا حکم ہے۔ آئی جی صاحب بولے۔  
اگر آپ کا حکم ہے تو سر انکھوں پر۔ میں  
نے کہا۔

اور پھر ہمیں مکان کی چھت پر لے جایا گی۔  
وہاں راکٹ دم قسم کی ایک ہسواری موجود تھی۔ مجھے ایکے  
کو اس میں بٹھا دیا گی۔ اور پھر راکٹ دم بالکل کسی  
راکٹ کی طرح اُپر جانے لگا۔ یہاں تک کہ زمین  
پر موجود مکانات وغیرہ مجھے بہت نئے نئے دکھائی  
دینے لگے۔ آخر کو نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ راکٹ  
اب بھی اُپر اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ ایک سست میں  
ڑکھنے لگا۔ سفر جاری رہا۔ کوئی چار گھنٹے تک  
انپکٹر حشید یہاں تک کر رک گئے۔  
”جی کتن؟“ محدود بولا۔

”چار گھنٹے تک۔“ پھر راکٹ دم اُترنے لگا۔ یہاں تک  
کہ ایک گھنٹہ میدان میں اس نے مجھے آتا دیا اور خود  
اوپر اٹھنے لگا۔ میں اس کو جانتے ہوئے دیکھتا رہا۔  
جب وہ نظروں سے اوچھل ہو گی تو میں نے اس  
جگہ کا جائزہ لیا۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسی جگہ نہیں  
دیکھی ہو گی۔ یوں سمجھ لو۔ وہ اس قدر گھنا جھکل بے

کہ وہاں پکھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ ان درختوں  
کے درمیان پکھ عمارت ہیں۔ میں نے ان عمارتوں  
کی طرف قدم اٹھائے۔ ان کے دروازے کھئے تھے۔  
ان میں کھانے پینے کی ہر چیز موجود تھی۔ لیکن یہے  
علاوہ انسان کوئی نہیں تھا۔ میں جیران پریشان ادھر  
اُدھر گھومتا رہا۔ کھاتا پیتا رہا۔ درخت بھی نادیل کی  
قمر کے چھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ وہ پھل بھی  
میں نے کھا کر دیکھے۔ ان کا ذاتہ عجیب نہ تھا، میں  
ناخوش گوار نہیں تھا۔

تین دن تک میں گھومتا رہا۔ پھر تارہ۔ پھر میں  
ایک سست میں چلنے لگا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔  
اچانک میرے قدم موک گئے۔ جانتے ہو کیوں؟  
”جی۔ جی نہیں۔ بھلا، تم کیجئے جان لکتے ہیں کہ آپ  
کیوں موک گئے؟“

”میرے سامنے برف کی ایک وادی تھی۔ انپکٹر حشید  
نے کہا۔

”جی۔ برف کی وادی۔ ان کے منے سے بکلا۔  
ہاں! برف کی وادی۔ آسمان تک وہاں برف ہی  
برف نظم رہی تھی۔ زمین سے اُپر اٹھنے والی برف کی

دیواریں — جو آسمان تک پہنچنے تھیں:

اور بہت کے دوسری طرف یا تھاڑہ فراز نے بے صین

ہو کر پوچھا۔

میں نہیں جانتا۔ بھلا میں کس طرح جان لکتا تھا

بہت کے اس پار کی ہے۔

"اوہ! ان کے منزے ایک ساتھ نکلا۔

میں اس وقت فون کی تھنٹی بجھے گلی۔

## کاریا...

انھوں نے فون کا رسیور آٹھایا تو دوسری طرف سے  
صدر سلکت کی آواز سنائی دی :

انپکڑ جیشہ - واپسی مبارک ہو۔

جی۔ کی مطلب سر۔ آپ کو کیسے معلوم کر میری واپسی

ہو گئی ہے۔ اور کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ میں کہاں  
گی تھا؛ ان کے لمحے میں حیرت تھی۔

نہیں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ تمیں کسی  
ناامن مقام کی سیر کرائی گئی ہے۔

جی! میں! یہ بات تو کسی جاسکتی ہے۔

واپسی کے بارے میں مجھے ایک لگنام فون ملا ہے۔

آپ کا مطلب ہے۔ کسی نامعلوم شخص نے آپ

بھلے اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ میں واپس آ گیا ہوں۔

بھلے اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ تمیں ایک نامعلوم

مقام پر بھیجا گیا تھا۔ جہاں سے اب تھاری واپسی ہو گئی ہے  
اوہ اس کے بعد۔ اس کے بعد اس نے کیا کیا  
انپکڑ جشید نہ کیا۔

یہ کہ میں تحسین ہدایت دوں۔ اس مقام کے سفر  
کے لیے تیاری کر لو۔ صدر صاحب ہنے۔

یہ کیا بات ہوئی سر؟  
میں خود نہیں جانتا۔

اچھی بات ہے۔ دیکھا جائے گا۔

یکن تم مجھے اس سفر کے بارے میں تو بتاؤ۔

خدمت میں حاضر ہو کر بتانا پڑے گا سر۔

اچھی بات ہے۔ جس وقت چاہو۔ آئکتے ہو۔

شکری سر۔ میں بہت جلد حاضر ہوں گا۔

اور انھوں نے دیکھ رکھ دیا۔

ہاں! تو آپ کی کہا ہے تھے۔ آپ برف کے  
اس پار نہیں دیکھ سکے؟

نہیں۔ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور

ضرورت۔ پھر میں برف سے سر یکوں شکرا آ۔ جب تک

کوئی مقصد نہ ہو۔ اپنی جان کو خطرے میں نہیں دالتا  
چاہیے۔ ہمارا دین یہی کتا ہے۔

پھر آپ کی واپسی کس طرح ہوئی؟  
وہی راکٹوم پھر آیا اور مجھے یہاں سے آیا۔

اس نے آپ کو آوارا کس جگہ  
شہر سے کچھ باہر۔

اور اس راکٹوم کو کون چلا رہا تھا؟

میں نہیں دیکھ سکا۔ دیے۔ میرا خال ہے۔ اس

میں کوئی پاکٹ نہیں تھا۔ وہ ریبوت کنٹرول تھا۔

اوہ! ان کے مذہبے نکلا۔

اب مجھے شہر کے حالات سناؤ۔

اگر آپ راکٹوم سے اتر کر سیدھے گھر آ رہے ہیں،

تب تو آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو گا۔

راکٹوم میں ریڈیو اور فلی وی گیئے ہوئے تھے۔ میں یہاں

کی خبری اس میں منتا رہا ہوں۔

کیا خبری آپ کو خود مگانا پڑی تھیں؟

نہیں۔ ہر کام خود خود ہوتا رہا۔ میں نے کچھ

نہیں پیا۔

بہت خوب۔ اب تو اس راکٹوم میں سفر کرنے

کا شوق پیدا ہو چلا ہے۔

میں ابھی سمجھ یہ نہیں جان سکا کہ اس دن آئی جی

صاحب کے کمرے میں کون تھا تو  
حالات یہ کہ رہے ہیں کہ وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق  
تھی۔ کسی اور سیدارے کی۔

”ہاں! اس قسم کی خریں سن چکا ہوں۔ خیر تم پہلے  
 تمام حالات سناؤ۔“

انھوں نے ایک ایک بات سنادی۔ انپکٹر جمیش عسکر  
کر سوچ میں گئی ہو گئے۔ آخر بولے:

”میرا خیال ہے۔ ہمیں سفر کی تیاری کرنا ہے، یہ پڑھے گی:  
تو پھر کیا انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز کو فون کر  
دیں۔ محمود نے پھر بوش انداز میں کہا۔

”خروج کرنا۔ ہم ذرا صدر صاحب سے مل آؤں۔“

تم فون کر دی۔  
یعنی اس وقت پھر فون کی گھنٹی بجی۔ انپکٹر جمیش  
نے رسیور اٹھایا تو آئی جی حاجب کی گھبرائی، ہوئی آواز  
ان کے کانوں سے ڈھکائی۔

انپکٹر جمیش۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم واپس آ  
گئے ہو۔ غالباً تم شہر کے حالات سن چکے ہو گئے۔ اب  
تھی خبر سنو۔ مخلوق نظر عام پر آ گئی ہے۔ وہ شہر  
کے سب سے بڑے چوک پر موجود ہے۔ ٹرینک

بانک جام ہو گئی ہے۔ پہلے تو جگدڑ نہیں۔ پھر عکاظیان  
اُشیں۔ اور اب لوگ اس سے بہت دور کھڑے اسے  
گھور رہے ہیں اور وہ ایک جگہ بست بنا کھڑا ہے۔  
سارے شہر کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔  
”سوں۔ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں سر۔ آپ کہاں  
ہیں؟ انپکٹر جمیش بولے۔

”چوک کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ فون گھر سے کر  
دیا ہوں۔“

”شکریہ سر؛ انھوں نے یہ کہ کہ رسیور رکھ دیا اور  
پھر بولے:  
”اوہ جسی چلیں۔“

وہ اسی وقت چوک پر پہنچے۔ انپکٹر جمیش صدر سے  
ملاقات کے لیے جانا اور محمود، خارموق اور فرزانہ فون کرنا  
بانکل بھول گئے تھے۔ چوک پر پہنچ کر انھوں نے وہی  
منظر دیکھا۔ جس کے بادرے میں آئی جی حاجب نے  
 بتایا تھا۔

”اب کیا کیا جائے۔ یہ تو ہماری زبان بھی نہیں  
صحیتی۔ محمود۔ بڑھا یا۔“

”میں اس سے بات کر دیں گا۔“

لیکن کس زبان میں۔ یہ بھی تو بتائیں۔

”دیکھا جائے گا۔ انہوں نے کما اور قدم آگئے۔ رمحانے لگے۔ ایسے میں فرزانہ بولی:

”دیکھ لیں۔ کمیں وہ حملہ نہ کر دے۔

”دیکھا جائے گا۔ وہ بولے۔

اُسی وقت آئی جی صاحب ان کے سامنے آگئے۔

”ت۔ تم۔ دیکھ رہے ہو۔ عجیش۔ پورا شریہاں امہ کیا ہے۔ گریا شہر خالی ہو کر رہ گیا ہے۔ کاروبار

دک گیا ہے۔ زندگی جامد ہو گئی ہے۔ لوگ مکاون کی چھتوں پر کس طرح لدے چندے ہوئے ہیں۔

نجیے ڈد ہے، کچھ مکان نہ گر جائیں۔ اور لوگ بچے نہ دب جائیں۔ اور یہ حضرت ہیں کہ تینے کھڑے ہیں۔

”جی ہاں! میں دیکھ پہلا ہوں۔ اور میں اس سے بات کرنے جا رہا ہوں۔

”کیا کہا۔ تم اس سے بات کر دے گے؟

”ہاں! باکل کروں گا۔ آپ فکر نہ کروں۔

اور وہ آگے بڑھنے لگے۔ پویں ان کے یہے رات بنوانے لگی۔ جلد ہی یہ خبر پھیل گئی کہ انپکٹر عجیش اس

خلوق سے بات کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اب وجوں کی نظری مخلوق سے ہٹ کر ان پر حجم گئیں۔ چہرلیں پر حیرت دوڑ گئی۔ غالباً سب لوگ بھی

سوچ رہے تھے۔ اس مخلوق سے بات کس طرح ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ ہماری زبان ہی نہیں جانتی۔

انپکٹر عجیش آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور آخر کار اس

خلوق کے بالکل نزدیک جا کھڑے ہوئے۔ اب مخلوق

ایک ہاتھ ان کی طرف آٹھ گی۔ اس ہاتھ میں ایک

نخا سیاہ رنگ کا زیکلہ سا آر نظر آنے لگا۔ غالباً یہ

خبرخوش تھا۔ یا پھر پستول کی قسم کی کوئی چیز۔

”تم کی چاہتے ہو؟ انپکٹر عجیش نے سب سے پہلے

یہ سجدہ اور دو میں کہا۔

پھر انگریزی میں کہا اور اس کے بعد انہیں جس قدر

ذہانیں آتی تھیں۔ ان میں اس سجدے کا ترجمہ کرتے چلے

گئے۔ لیکن اس نے مزے سے کچھ نہ کہا۔

”اب تم ہی بتاؤ۔ میں ہماری بات کس طرح سمجھ

سکتا ہوں۔

”پوس کم۔ وہ بلا۔

”پوس کم۔ اس کا مطلب شاید یہاں کوئی نہ بتا کے،

اپ وفاہت نہیں۔

اس نے ہاتھ سے پانی کار کی طرف اشارہ کی۔

ادہ ! اب سمجھا۔ یوں کار کو کر رہے ہیں آپ کا  
اور کم کا مطلب ہے، خراب ہو گئی ہے۔ یکن ہم  
بھلا اس کار کو درست کیسے کر سکتے ہیں ؟ انپکٹر جمیں  
نے حیران ہو کر کہا۔

پاؤں کم، اس نے پھر کہا۔

” اتنی بات تو خیر بھجو میں آگئی ہے :

” کہ کروہ اس کار کی طرف بڑھے۔ انھوں نے  
اس کا بونٹ اٹھانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس  
کلام میں انھیں چند منٹ لگ گئے۔ آخر بونٹ اٹھانے  
میں کامیاب ہو گئے۔ نئی مخلوق اب ان کی طرف  
مُڑی اور ان کی کار دوائی کو دیکھ رہی تھی۔ سب وگ  
حیرت اور دلچسپی سے اس کار دوائی کو دیکھ رہے تھے۔

انپکٹر جمیں کو کار کے انجن کی بذریما بھی سمجھ نہ آئی۔ پھر  
بھی انھوں نے تاروں کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ ایک  
تار نکلا ہوا نظر آیا۔ یکن یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ تار  
کہاں گئے گا۔

” یہاں کوئی جوڑ میکنگ ہیں تو آگے آ جائیں ”  
” کئی آدمی ڈرتے ڈرتے آگے آگئے۔ اب انھوں

111  
نے مل کر کوشش شروع کر دی۔ آخر آدم حفظ کی منت  
کے بعد وہ کار کو شارٹ کرنے میں کامیاب ہو گئے،  
کار شارٹ ہونے کی آواز سن کر اس مخلوق کے جسم  
میں حرکت پیدا ہوئی۔ چہرے پر سکراہٹ بھی آئی  
اور پھر وہ کار میں بیٹھ گئی۔ کار رینگنے لگی تو انپکٹر  
جمیں اس کے آگے آگئے۔ ابھی مخلوق نے کار  
کو روک لیا:

” آپ یہاں یکوں آئے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں ہم  
بھی حیران پریشان ہیں۔ انھوں نے انگریزی میں کہا۔  
وہ سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا جیسے  
کچھ پلے نہ پڑا ہو۔

” آخر آئی جی دغیرہ سے بھی تو کبھی ذریسے سے باسیں  
کرتے رہے ہیں۔ اب یہ آپ سے باسیں گمراہا ہتا  
ہوں۔ انھوں نے کہا۔

مخلوق بیسے سوچ میں ڈوب گئی۔ غالباً وہ یہ جانتے  
کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کی کو رہتے ہیں۔ آخر  
اس نے اپنا ایک اٹھ پاچھ نکالا۔ انپکٹر جمیں قدرے گمرا  
گئے۔ یکن اپنی جگہ کھڑے رہتے۔ اچانک انھوں نے  
ٹھوس کیا۔ جیسے ان پر نیند ٹاری ہوتی جا رہی ہو۔

پھر ان کا ذہن سوئے لگا۔

دو گوں نے اخیں نیند کے عالم میں جھومنتے دیکھا۔  
ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ ایک سرکاری گاڑی کی چھت  
پر چڑھے۔ بہت دوبارے یہ منظر دیکھ رہے تھے، اخیوں  
نے اپنے والد کو گرتے دیکھا۔

"اوہ، اوہ۔ اب بات سمجھیں آئی۔ یہ مخلوق ہپناٹزم  
کی ماہر ہے۔ اور اب ہپناٹزم کے ذریعے بات چیت  
کرے گی۔"

تب پھر ہم اس روز ہپناٹزم کی وجہ سے ہی آئی ہی  
صاحب کے کمرے میں پکھ نہیں دیکھ سکے۔  
ہاں! اس کے سوا کی کہا جا سکتا ہے:

انپکٹر جہشید اب بالکل ساكت یعنی نظر آئے۔ صرف  
ہن کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اور مخلوق کے بھی ہونٹ  
ہل رہے تھے۔ لیکن دونوں کی آوازیں اب اخیں سنانی  
نہیں دے رہی تھیں۔ پھر پندرہ منٹ بعد انپکٹر جہشید  
نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہڑ بڑا کو آجھے بیٹھے:

"مجھے کیا ہو گی تھا؟"

"آپ پر اس مخلوق نے ہپناٹزم کیا تھا؟"  
اوہ نہیں۔ ان کے منہ سے نکلا۔

۔ کی آپ کو باد ہے۔ ان نے آپ سے کیا

کہ کہا ہے؟ ایک منٹ وہ بولے۔ اور سر کو پکڑ کر بیٹھ گئے،  
خیں پہن سر چکراً محسوس ہو رہا تھا۔ پھر انپکٹر جہشید

بول اٹھے۔

۔ اس: میرے دماغ میں وہ گفتگو آگئی ہے۔ جو  
کی ماہر ہے۔ اور اب ہپناٹزم کے ذریعے بات چیت  
کرے گی۔"

کیا بائیں کی ہیں؟  
۔ اس کا کہا ہے۔ یعنی سارے کی نہیں۔ اسی زمین  
کی مخلوق ہے۔

۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وگ پلاتے۔  
ہو سکتا ہے۔ ہماری زمین پر ابھی ایسی بہت سی

بجیں ہوں۔ جن تک انسان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بولے۔  
پھر۔ اس نے اور کی بتایا؟

۔ یہ کہ۔ ہم وگ اس زمین پر نئی آبادیوں کی تلاش  
میں نکلے ہیں۔ ہماری زمین ہمارے لیے سنگ ہو گئی  
ہے۔ اس بیسے اور بھی کئی مختلف سماتوں میں نکلے  
ہوئے ہیں۔ بہت جلد اخیں واپس جا کر روپرٹ پیش

کرنی ہے۔"

اس کا مطلب ہے۔ یہ لوگ وہاں جا کر جب اس دنیا کے بارے میں بتائیں گے تو وہ مخلوق، تم پر

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"تو ہم اسے جانے، ہی کیوں دیں؟"

"ہم اس کو روک بھی لیں۔ تو اس سے کی فائدہ حاصل کیا جائے گا۔"

"یہ بات آپ کس طرح کر سکتے ہیں؟"

"یہ سائنس میں ہم سے یکڑوں سال آگے ہے۔

ان کے پاس ایسے ایسے آلات ہیں۔ جو ہمارے

سے بھی زیادہ تیز رفتار ہیں۔ اس قسم کی ایک چیز

میں سفر کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب۔ آپ کب سفر کر چکے ہیں؟"

اپہ انہوں نے راکٹومن کے سفر کے بارے میں تھا۔ اس کی کار خراب ہو گئی تھی۔ وہ راکٹومن بھی

اور اس والدی کے بارے میں بتایا۔

"اس کا مطلب ہے۔ برف کے اس پار ان

آبادی ہے۔ یکن آپ کو صرف برف کے ادھر کی

” بلکہ یہ پہلے گفت گو پوری کریں۔ اس نے

یہ کہا؟

” اس کا کہنا ہے کہ بہت جلد ان کی فوج ان  
آبادیوں پر حملہ آور ہو گی۔ اور تمام مخلوق یہاں  
صفایا چند لمحوں میں کر دے گی۔ پھر صرف یہاں  
ان آبادیوں میں آباد ہوں گے اور ہمارا نام و قو<sup>۱</sup>  
سک نہ ہو گا۔“

” یکن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک آواز اُبھری۔

” جی کی کیسے ہو سکتا ہے۔ اپنی بات کی وہ  
کریں: انپکڑ جہیڈ یہاں ہو کر بولے، کیونکہ آواز پر  
داود کی حقی۔“

” مجھے ہم گے آنے دو۔“ وہ بولے۔

” تشریف میں آئیں۔ انہوں نے کہا۔

” وہ جلدی جلدی پروفیسر داؤد کے لیے رات  
لگے۔ آخر وہ انپکڑ جہیڈ کے سامنے کھڑے ہو گئے  
ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
قیامت تک کی پیش گرتیاں کی ہیں۔ تفصیل سے  
ہے کہ قیامت آنے سے پہلے پہلے کیا کچھ ہو گا۔  
” یہ بات تمیں بتائی کہ قیامت کب ہو گی۔ اس-

” کہ اس بات کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو  
نہیں۔ قیامت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
یا بوجو جو قوم کے نکلنے کے بارے میں بھی بتایا  
ہے۔ یہ لوگ اس قدر بڑی تعداد میں ہوں گے کہ  
سمندر کے سمندر پر جائیں گے۔ اور سمندر خشک  
کر دیں گے پی کر۔ پھر پوری دُنیا پر چا جائیں گے،  
یکن پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا۔ یا ان میں  
ایک بیماری پیدا کرے گا۔ جس سے یہ لوگ مر  
جائیں گے۔ زمین ان کی لاشوں سے پٹ پڑتے  
گی۔ پھر غاباً تیز بادش آتے گی اور ان کی لاشوں  
کو بھاٹے جائے گی۔ گویا یہ لوگ آباد تو ہو، ہی  
نہیں سکیں گے۔ ان کا فتنہ ضرور بپا ہو گا۔ پھر ختم  
ہو جائے گا۔“

” میکن آپ یہ کیسے کہ سکتے ہیں کہ یا بوجو جو قوم  
ہیں۔ انپکڑ جہیڈ بولے۔

” کی مطلب؟ پروفیسر داؤد چونک اٹھے  
ہو سکتا ہے۔ یا بوجو جو قوم نہ ہوں۔ بلکہ یہ  
کوئی اور قوم ہوں۔“

” ہاں! اس صورت میں بات اور ہے۔“

"اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے بآبائی۔" فرزانہ نے پڑا  
کر گما۔  
"کیا یہ ہو سکتا ہے؟ کیا تم بھی آگے آ کر بات  
کرنا چاہتی ہو؟" فرزانہ نے پڑا  
"جی نہیں۔ میں یہیں سے بات کر دوں گی۔" فرزانہ  
نے کہا۔

"کہو۔ کیا کن چاہتی ہو؟"  
"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے  
کہ یہ سارا چکر الشادیہ کا چلایا ہوا ہو۔ اور یہ کوئی  
حقوق نہ ہو۔ بلکہ روبوت کی قسم کی ایجاد ہو۔" اس  
نے کہا۔

"ہاں وہ اس کا بھی امکان ہے۔ اور اس کا فقط  
صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب ہم اس  
پر قابو پالیں۔ لیکن نبی الحال قابو پانے کی کوئی  
ترکیب نہیں سمجھ رہی۔" انپکٹر جمیڈ نے بے چارگی  
کے عالم میں کہا۔

"ہوں۔" خیر۔ اور کیا بات کی اس نے؟  
"اس نے یہی کہا ہے۔ کہ بہت جلد ان کی مخلوق  
میں سیارے پر حملہ اور ہونے والی ہے۔"

یہیں اس وقت کار دہل سے چل پڑی۔ وہ  
خوف زدہ انداز میں ادھر ادھر ہنسنے لگے، لیکن یہ دیکھ  
کر ان کی حرمت کی انتہا نہ رہی کر دم تو کسی ہیلی کا پڑ  
کی طرح اوپر اٹھ رہی تھی۔ ظاہر ہے، وہ اس قدر  
جام تحریفک میں اور کر بھی کی سکتی تھی۔

## مُخفیہ فورس

چرت ہے۔ خطرے کا احساس فون کی گھنٹی سے بھی  
ہو سکتا ہے۔ وہ بولے۔

"بھی۔ ہونے کو اس دنیا میں کی نہیں ہو سکتا۔"

فرزاد نے شرم کر کھما۔

"بات تو صحیح ہے۔"

بھم کھان جا رہے ہیں۔

"صدر صاحب نے فوراً بُلایا ہے۔"

"تب تو ہو سکتا ہے۔ انہوں نے صرف آپ کو  
بلایا ہوا۔"

اس صورت میں تم واپس چلے آنا۔ وہ مُکارے۔

خیر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

آخر وہ صدر صاحب تک پہنچ گئے۔ وہ حدود بے

نکر مند لگ رہے تھے۔

جی فرمائی۔"

اس مخلوق کو اس وقت تک ایک سو کے قریب ملکوں

میں دیکھا جا چکا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے

پاس بالکل ایسی ہی کار ہے۔ طیہ بھی بالکل ایسا ہی ہے

اور ہر ملک میں قریب قریب اسی قسم کے واقعات پیش

کر رہے ہیں۔"

انپکڑ جمیل کے گھر کے فون کی گھنٹی بھی۔ انہوں نے  
رسیور اُنھیاں تو صدر صاحب کی گھبرائی ہوتی آواز سنائی دی  
"جمیل۔ جلدی آؤ۔"

بھت بہتر نہیں کہ کر انہوں نے رسیور بٹھا اور  
باہر کی طرف دوڑے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے  
کاز میں محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پرویز  
داد د ان سے بھی پہلے جا بیٹھے تھے۔

آپ لوگ کس طرح اس قدر جلد حکام میں آ کر  
بیٹھ گئے۔

فون کی گھنٹی سے مجھے خطرے کی بُو آئی تھی۔ میں  
نے فوراً انھیں دوڑنے کا مشورہ دے ڈالا۔ اور  
لوگ یہ رے ساتھ چلتے ہوئے۔ یہاں تک پہنچ گئے  
فرزاد نے جلدی جلدی کھما۔

اوہ! آن کے مزے نکلا۔

لہذا ان تمام ملکوں کے نایندوں کا اجلاس ان بھائیوں کے لیے اس اجلاس کے ایک بہت پُر فضا مقام منتخب بیکا ہے۔ سب لوگ پر بول وہاں موجود ہوں گے۔ لہذا ہمارے ملک کی طرف سے آپ لوگ جائیں گے:

کیا ایک ایک آدمی کو جانا ہو گا؟

نہیں۔ ہر ملک کا ایک ایک دند جائے گا  
دند کے بارے میں کوئی پابندی نہیں ہے کہ کتنے افراد  
پر مشتمل ہو گا:

گویا، ہم اپنی دنوں پارٹیوں کو بھی ساتھے جائے  
ہیں؟ انھوں نے کہا۔

ہاں بالکل! اس پُر فضا مقام پر یکڑوں آدمیوں کی  
رہائش وغیرہ کے انتظامات کر لیے گئے ہیں۔  
اور ان تمام اختیارات کی اطلاع اس نئی مخلوق کو  
بھی ہو گئی ہو گی۔ بلکہ ان کے ملک تک پہنچ چکی ہو  
گی۔ وہ بولے۔

ہاں! یہ تو ہے۔ اگر وہ ہم سے ساتھی میں یکڑوں  
سال آگے ہیں، تب تو انھیں ہمارے بارے میں تمام

ملتوں مل دی ہوں گی۔ جیسا کہ اس ڈانسیٹر سے ثابت  
ہے اور راکٹوں میں لگے آلات سے بھی۔ راکٹوں کو بھی تو آخر  
ان کے ملک سے، ہی کنڑوں کیا جاتا ہے؟

گویا یہ ہم شاید اس صدی کی سب سے بڑی ہم  
ہو گی۔ پر فسرداد دو۔

یعنی اس ہم کا مقصد کیا ہو گا۔ کی پوری دنیا  
اس مخلوق سے جگ کرے گی۔ اور اس جگ کا انجام  
کیا ہو گا؟

یہ اور اس قسم کی تمام باتوں پر غور دنگوکے لیے  
ہی تو وہاں اجلاس ہو رہا ہے۔

ہم۔ ہم۔ ٹھیک ہے۔ یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم  
ہو گا کہ کیا طے ہوتا ہے؟

تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں، تاکہ ہم تیاری  
کر سکیں۔ ابھی اپنی دو پارٹیوں کو بھی اطلاع دینا ہے۔  
انپکٹر جمیں نے کہا۔

وہ اچھی بات سمجھے۔ جائیں! مدد صاحب بولے۔

وہ گھر آئے۔ سب سے پہلے انپکٹر جمیں نے

انپکٹر کامران مزرا کو فون کیا، یعنی وہ چاروں غائب  
تھے اور میگم کامران مزرا کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ

کمال ہیں۔ اب انھوں نے شوکی برادر کو فون کی، میک  
وہ بھی نہ طے۔ اور ان کے پارے میں بھی کسی کو کچھ  
معلوم نہیں تھا۔

”وجھتی۔“ یہ لوگ تو اس مرتبہ ہمارے ساتھ نہیں  
جا سکیں گے، ان کا کوئی پتا نہیں چل رہا۔  
”اوہ! یہ تو بُرا ہوا۔ اس قدر بُڑی حمہ اور وہ اس  
میں ساتھ نہ ہوں۔“ فاروق نے کہا۔

”اب اس میں ہم کی کر سکتے ہیں۔ انپکٹر جنید بولے۔  
”پلیے پھر ڈیکھ کر ہے۔“

انھوں نے جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دوسرا  
دن فون کی گئی۔ انپکٹر جنید نے رسیور اٹھاتے  
ہی کہا:

”انپکٹر جنید بات کر رہا ہوں۔“

”ڈنیا بہت جلد ہماری مشی میں آنے والی ہے۔  
لہذا ہم ہر اس کوشش کو ناکام بنا دیں گے جو ڈنیا کو  
ہماری مشی میں آنے سے روکنے کے لیے کی جائے گی۔  
”میں سمجھا تھیں؛ انپکٹر جنید وحکم سے رہ گتے۔“

”آپ اور آپ کے ساتھی۔ انشاد جدہ کافرنز میں  
ہیں جا رہے۔“

”یا یہ خبر کسی اخبار میں چھپی ہے؟“ حیران ہو  
کر بولے۔

”نہیں۔ یہ خبر تو میں آپ کو سنا رہا ہوں۔“

”گویا آپ مجھ سے یہ کہ رہے ہیں کہ ہم وہاں  
دیجائیں۔“

”ہاں ایسی بات ہے۔“

”یکن ہم بھلا کس طرح رکھ کر کتے ہیں؟“

”تب پھر مرنے کے لیے تیار رہیں۔“

”لہذا تو ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں، یکن ایک بات  
مجھے میں نہیں آتی۔“

”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ۔ جب مجھے جانے کے لیے روکن تھا تو پھر  
والکلوم کے ذریعے وہاں کیوں بھیجا گی تھا؟“

”ہمارا خیال تھا کہ آپ اس جگہ کو دیکھ کر خوف زدہ ہو  
جائیں گے، یکن آپ نے تو ذرا بھی خوف زدہ ہونا نہیں  
یکھا۔“

”تب پھر آپ کی موت کی دھمکیوں سے یہیں کیوں کر  
خوٹ زدہ ہو جاؤں گا؟“

”ہم جانتے ہیں، آپ نہیں ہوں گے۔ یکن خدا ہم  
سے جا رہے۔“

کرنا تو ہمارا کام تھا۔

”آپ خود ادا کر پچے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے؟“

”کر پچھا۔ اس وقت سے آپ کا ہر قدم موت کی طرف آٹھے گا۔“

”اس اطلاع کے لیے شکریہ۔“ انھوں نے یہ کہ کر دیکھور رکھ دیا۔

”کون تھا ابَا جان؟“  
انھوں نے پودی تک ڈھرا دی۔ دُہ سن کر عکے میں آگئے۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ ہمارا تو مقابل تھا کہ ہمارا مقابر ایک نئی خلوق سے ہے، لیکن اس معاملے میں تو شاید زیادہ مقامی لوگ ڈپھی لے رہے ہیں۔“  
”ہاں! ضرور دیکھی بات ہے۔“ دُہ مکارا تے۔

”پھر آپ کیا پرد گرام ہے؟“  
پرد گرام کی ہوتا۔ جائیں گے بھی۔ انھوں نے کہا۔  
”کاش، انکل کامران مرزا اور شوک برادر بزرگ ہمارے ساتھ اس مہم میں شریک ہو جاتے۔ کتن مرزا آماز محمد نے سردا آہ بھری۔“

”میرا خیال ہے۔ مزاب بھی آئے گا۔“ انکل جمیں

نے کہا۔

”جی وہ کیسے؟“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ بس خیال ہے کہ آتے

کھا۔“ انھوں نے ہنس گر کہا۔

”چلیے خیر، جب آتے گا، دیکھ لیں گے اس کو بھی۔ فاروق۔“

”لک۔ کس کو بھی؟“ پروفیسر داؤڈ بے خیال کے عالم میں بولے۔

”جی مزے کو۔“

”اوہ اپھا۔ مزے کو۔ یہ کہا۔ کس کو؟ وہ دوبارہ چونکے۔“

”جی مزے کو۔“ فاروق نے مسمی صورت بنائی۔

”یاد مذاق نہ کرد۔ مرا دیکھنے کی نہیں، پکھنے کی چیز ہے۔“ پروفیسر داؤڈ مسکراتے۔

”اس کا مطلب ہے۔“ ہمیں اشارہ جے تک پہنچنے میں

بھی رکاوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح شاید

ہم وقت پر ز پہنچ سکیں۔“

”میں ان کا توڑ سکر لوں گا۔“ انکل جمیں نے سوچ

میں گم بھے میں کہا۔

”جی کیا مطلب۔ توڑ آپ کس طرح کر لیں گے۔“

جب کہ آپ کو معلوم تک نہیں، وہ ہمارے راستے میں کی  
رکاٹ سکھی کرنے والے ہیں۔"

"اوہ اگر وہ رکاٹ سکھی کر، ہی ذمکیں۔ انپکڑ جشید نے  
سکرا کر کہا۔

"جی۔ وہ کیسے؟"

میں دیکھتے جاؤ۔ ابھی ہمارے پاس چوبیں گئے  
ہیں۔ ہم ان چوبیں گھنٹوں میں اپنی تیاری مکمل کر سکتے  
ہیں؛ اس طرح کہ راستے کی ہر رکاٹ سے صاف پیغام  
کرنکل جائیں۔"

یک ابا جان! اس طرح مزا کیا آئے گا۔ محمود نے  
بڑا سامنہ بنایا۔

"اہ! مزا تو جب آئے گا۔ جب قدم قدم پر  
ہم پر حمل کی جائے۔ ہم پر گولیوں کی برسات ہو  
اوہ ہم اس میں نہاتے ہوئے ایر پورٹ پر پہنچیں۔  
یکن دہان بہوں کی بارش شروع ہو جائے۔ اور ہمارا جہاز  
بھک سے اٹ جائے اور ہمارے پر پنجے تک اڑ جائیں۔  
محمود کو مزا تو اسی صورت میں آ سکتا ہے صرف: فاروق  
نے جلد کئے انداز میں کہا۔"

"آج شروع مرچیں زیادہ کھالی، میں شاید محمود نے

اے گھوڑا۔

"وہ تو اتی جان پڑھے ہی بہت کم استعمال کرتی ہیں۔  
فاروق نے فرما کر۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔ میرا کھنے کا مطلب  
یہ تھا کہ ذرا چھیر چاڑھ رہے تو مزا رہتا ہے۔"  
"نکرنا کرو جسی۔ اس کیس میں آخری لمحات سکھ  
رہے گی۔ ہمیں صرف اور صرف خطرات سے، ہی کہیں  
پڑھے گا۔"

"آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگا یا؟ فرزانہ کے  
لئے میں حیرت تھی۔"

"جس طرح میں اور اندازے لگا یا ہوں۔" انپکڑ  
جشید سکراتے۔

"اوہ پھر وہ اپنی تیاریوں میں معروف ہو گئے۔  
دوسرا بے دن اپنے وقت سے ایک گھنٹا پڑھے، ہی وہ محض  
سے نکل پڑھے۔ نکلنے وقت انہوں نے بگم جشید کو  
اللہ حافظ کہا۔ یونکہ اس سفر سے جلد داپس آنے کی  
آمید نہیں تھی۔ اور کیا حالات پیش آنے والے تھے،  
یہ بھی انھیں نہیں معلوم تھا۔ بگم جشید کی آنکھوں میں  
آنہو ہمچلے۔"

" دیکھو بیگم۔ رخصت کے وقت آنکھوں میں سمنودے آیا گرو۔ مُسکرا کر رخصت کرنا بہتر ہوتا ہے۔"

" یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ وہ مسکرائیں۔"

" چلو پھر ٹھیک ہے۔ اپکٹ جمید نے ہنس کر کہا۔"

ادوہ باہر نکل گئے۔ ادصر بیگم جمید کی آنکھوں میں ایک ہوتے آنسو باہر نکل گئے۔ باہر ان کی گاڑی باہل تیار کھڑی تھی۔ اپکٹ جمید نے ایک نظر گاڑی کو دیکھا۔ اس وقت وہ اپنی گاڑی میں تو جا نہیں سکتے تھے۔ اس یہے کہ گاڑی گھر واپس لانے کے لیے کسی کی خدمات حاصل کرنا پڑتیں۔ لہذا انہوں نے دفترے گاڑی منگوائی تھی۔

گاڑی میں بیٹھنے ہی انہیں خطرے کا احساس سا ہوا۔ دو فروز اپنے آتے آتے:

" ایک منٹ۔ ذرا آپ بھی نیچے آتے آئیں۔ دو بلوے۔ میکا ہوا سر ڈرایور نے کہا۔

" کچھ نہیں ہوا۔ بس ذرا آپ نیچے آ جائیں۔" ڈرایور نیچے آت ر آیا۔ وہ اسے کار سے کچھ دور لے آئے۔ ابھی چند سینٹ نہیں گزرے تھے کہ کار ایک دھماکے سے اٹ گئی۔ وہ کانپ گئے۔ اگر اس

وقت اپکٹ جمید کی چھٹی جس کام نہ دکی جائی تو دہ تو گئے تھے اس دنیا سے۔ آس پاس کے دروازے کھل گئے۔ بیگم جمید بھی باہر نکل آئیں اور خوف زده انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

" افت ماں۔ ڈرایور نے کانپ کر کہا۔

" دفتر سے لے کر آئے تھے یہ گاڑی۔"

" جی ہاں۔ آئی بھی صاحب نے حکم دیا تھا کہ گیراج میں سے فلاں گاڑی نکال کر لے جاؤ۔ اس میں آپ لوگوں کو ایر پورٹ اسکے لے جانا ہے۔"

" ہوں۔ شکریہ! سوال یہ ہے کہ دشمنوں کو کس طرح معلوم ہوا۔ کہ آئی بھی صاحب کون سی گاڑی کا ثبوت بتائیں گے؟ اپکٹ جمید بڑھا رہا۔"

" داقتی۔ یہ سوال بہت اہم ہے۔" خان رحمان بولے۔

" یعنی آپ کو شک کس طرح گزا ہمود نے پوچھا۔"

" میں نے آئی بھی صاحب کو ایک گاڑی کے نمبر بتائے تھے کہ وہ گاڑی بھی جاتے، یعنی بیٹھنے کے قابل بعد مجھے احساس ہو گی کہ یہ اس نمبر کی گاڑی نہیں ہے۔ لہذا میں نیچے آت ر آیا اور نمبر پلیٹ کو دیکھا تو دہ اور تھی۔ میں نے فرو ڈرایور کو بھی نیچے آتا

یا۔ گارڈی کے ساتھ بھارا سامان بھی ختم ہو گا۔  
اب ہمیں اپنی روانگی یہ کرنا پڑے گی۔ سامان  
پھر سے تجارت کرنا ہو گا اور اب ہم دوسری گارڈی  
سے جائیں گے۔ مژہ ڈرائیور آپ دفتر جا کر پورٹ  
کریں۔ وہ بولے۔

"یکن ابا جان! ہم اپنی روک یکوں نہ لیں۔  
میں ہماری گارڈی میں ایر پورٹ تک لے جائیں گے  
اور گارڈی واپس یہاں لا کر کھڑی کر دیں گے۔"

"بھی کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے، آپ ڈرائیور  
میں بیٹھیں۔ تم ذرا ایک بار پھر اپنی تیاریاں مکمل کر  
لیں۔ جہاز کے لیے بھی میں فون کر دیتا ہوں، اے  
یہ کر دیا جائے گا۔"

ڈرائیور گوڈاٹنگ روم میں بھاگر وہ اندر آئے  
اور اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ آفر انپکٹر  
ڈاٹنگ روم میں داخل ہوئے۔ باقی لوگ ان کے  
پیچے تھے۔

"ہماری تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ میں ایک کام رہ گیں  
جی۔ وہ کیا؟"

"آپ کی طرف سے اطمینان کرنا۔ کیا آپ ڈرائیور

اپنی تلاشی دینا پسند کریں گے؟"  
"کی آپ مجھ پر مشک کر رہے ہیں؟  
مجبوری ہے۔ اس لیے کہ ایک کار کا تو پہلے  
ہی تیا پانچا ہو چکا ہے۔ کہیں اب دوسری کار کا  
بھی دبھی حال نہ ہو جائے۔  
"تو کیا آپ کا خیال ہے۔ اس کار میں میں  
نے رکھا تھا؟"

"یہ بات ناممکن تو نہیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میری تلاشی لے لیں۔ اس نے کہا اور  
آنکھ کھڑا ہوا۔

انپکٹر جمشید بُجُونسی تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھے۔  
اس نے بلا کی پھرپتھر سے پستول نکال یاد

"جرد ادا! ہاتھ اور انھا دو۔"

مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ کہ تم غلط آدمی ہو۔  
لہذا... وہ مُسکراتے اور جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"لہذا کیا؟"

"لہذا میں نے تمہارا پستول خالی کر دیا تھا۔ اس  
وقت جب تم ڈرائیور روم کی طرف آ رہے تھے:  
ذُن۔ نہیں۔ وہ گھبرا گی۔"

اگر یقین نہیں تو گولی چلا کر دیکھ لیں۔

اس نے یک دم مرجیگر دبا دیا۔ گولی پلنے کی آواز سنائی نہ دی تو اس کا رنگ اڑ گئے۔ جھلائیٹ کے عالم میں اس نے پستول ان پر کھینچ مارا اور خود ڈرانگ دم کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ لیکن محمود نے اپنی سرکاری ڈانگ آگئے کر دی، وہ منہ کے بل گرا ج دیکھ کر پھو بھئی۔ گر جاؤ گے۔ چوتھے لگ جائے گی۔ کمال ہے۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

” یہ تینوں کام تو ہو بھی چکے ہیں۔ وہ دیکھ کر نہیں چلا، گر چکا ہے اور چوتھے لگ چکی ہے۔ فرزاد نے جھلائی کر کہا۔

” اور کمال کسی بات میں ہے؟ ” ان تینوں باتوں کے ہو جانے میں۔ آفر انھیں کیا جلدی تھی۔ فاروق نے منہ بنایا۔

” ڈرائیور اٹھا تو اس کے ناک سے ٹون بہ رہ تھا۔ اُرے! یہ آپ کی ناک کو کیا ہوا؟ ” تم لوگ گئے کام سے: اس نے خوف ناک لجے میں کہا۔

” کیا مطلب؟ ”

” میں نے یہاں بم چھا دیا ہے۔ تاک آپ لوگوں کے نکتے ہی بم چھٹ جائے اور آپ کو پھر رکنا پڑے۔ دوسری بات یہ کہ میں راستے میں ایکیڈنٹ کر رہا ہو اور تم لوگ زخمی ہو جاتے۔ ”

” تو ٹھیک ہے۔ اب وہ بم صرف تھارا مزاج پوچھے گا۔ ہم تو باہر نکل رہے ہیں۔ اپنکل جھٹنے تملک کر کہا۔

” کیا مطلب؟ ” ” میں تھارے سر پر والد کر دلا ہوں۔ تم میں گر کر بے ہوش ہو جاؤ گے۔ ہم نکل جائیں گے اور بم چھٹ جائے گا۔ ”

” نہ۔ نہیں۔ اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس مرتبہ فاروق نے اس کے پیٹھ میں لات رسید کی۔ ڈرائیور پھر اندھے منہ گرا۔

” بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یہ کہ فرو ابتداء کہاں ہے؟ ” ” اسکی فرم کے پیچے۔ وہ چل آٹھا۔ ” ” بچنے کا کس وقت؟ ”

صرف اُنھیں بدلی ہے۔ اس نے مجرما کا کہا۔  
انپکٹر جمیل نے فریم کی طرف چلانگ لگائی۔ اور  
بم فریم کے پیچے سے نکال یا اس دوسرے ہی کے  
دہ اس کو بے کار کر چکے تھے۔ اب انھوں نے  
مکون کا سانس یا۔۔۔ ج۔۔۔  
”مرثڑا رائود! اب تو اپنے بارے میں بتا دیں،“  
جمیل نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔  
”آئی جی صاحب کو حکم دیا گی تھا کہ وہ مجھے اس  
کام کے لیے بھیجیں۔“  
”کی مطلب۔ کیا آئی جی صاحب،“ انپکٹر جمیل کے  
کہتے رک گئے۔

”یہ بات نہیں کہ وہ آپ لوگوں کے دشمن بن چکے ہیں  
نہیں۔ وہ اس وقت بھی اس اپنی مخلوق کے پہنچا زم  
کے زیر اثر ہیں۔“  
”اوہ! اور وہ مخلوق ان سے کام لے رہی ہے؟  
”ہاں آپ جس جہاز میں سفر کریں گے۔ اس جہا  
سک میں بم رکھوایا جا چکا ہے۔“  
”ارے باپ دے۔ اور آپ نے یہ بہت ہیں  
کیوں بتا دی؟“

”نکر آپ مجھ سے اچھا سوک کر لیں۔  
اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کس کے لیے کام  
کروتے ہو؟“  
”بم سر بخوبی کے لیے۔“ وہی نے مجھے دفتر بھیجا تھا۔  
” بدایات دے کر کر آئی جی صاحب کو ایک ماہر ادی  
کی خردوت ہے۔ وہ اس سے کوئی خاص کام لینا  
پاہتے ہیں۔ لہذا سر بخوبی نے مجھے ان کے پاس  
بھیجا دیا۔ انھوں نے وہی مجھے بم دیا اور دوسری بدایات  
بھی۔ یہ کہ آپ لوگوں کو ہر حال میں ختم کرنا ہے  
اور ایر پریٹ ٹک سیس پہنچنے دینا ہے۔  
”یہ سب باس ہمارے لیے حرمت انجیز ہیں۔“  
”غافل رحمان ہو لے۔“  
”اوہ! اس چال کے تحت کہیں آپ لوگ  
مجھے شکست نہ دے دیں اور ایر پریٹ ٹک نہ پہنچ جائیں  
اں جہاز میں بھی بم رکھوا دیا گی۔  
”گویا۔ ہمارے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی حتم  
کر دینے پر کسل گئے ہیں۔“  
”ان لوگوں کو۔ یعنی غیر زمینی مخلوق کو آپ تمام لوگوں  
سے بخلاف کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟“

”ہم ! تم بھیک کتے ہو۔ آؤ ۔ میں تمیس نہیں  
بگد پر پہنچا دوں ۔ اس مم سے ڈپی ڈر تھا۔  
پکھ ضرور کروں گا۔

”شکریہ سر۔ بہت شکریہ ؟ اس کی آنکھوں

نہ نہ آئے۔

”یہ آنسو کیے ؟

”میں نے آپ کو جان سے بدلنے کی کوشش کی تھی۔  
آپ میرے لیے کچھ کرنے کے لیے بھی تھیا، ہو گئے۔  
”اصل مقصد انسان کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی اسرا  
پر رضا مند ہو جائے تو ہم اسے جل یکوں بھیجنیں۔  
انہوں نے مسکرا کر کہا۔

پھر انہوں نے اپنی خیر فروں کو فون کی کرایہ  
ڈرائیور کو لے جائیں۔ اپنی ڈپی-ٹک اس کا خیال رکھ  
کی ہدایات دیں۔ ایر پورٹ کے حکام کو فون کی  
ان سے پوچھا:

”مجھے بھلا کس پرواز سے جاتا تھا ؟  
”جی۔ ۹۰۲ اے کے:

”اس جہاز میں بم کھوا دیا گیا ہے۔ پہنچے آپ  
تلائش کروا لیں۔ ابھی اس میں مسافروں کو قوتیں

بٹھایا گیا ؟  
”آپ کے لیے خصوصی طیارے کا انتظام کیا گیا ہے سر۔  
ادھے اچھا۔ طیارے کی تلاشی فوراً لے لی جائے۔  
”برآمد ہو جائے گا۔  
”اللہ اپنا حرم فرماتے۔  
”انپر ٹر جمیڈ روپیوں مکہ کر مرٹے اور دھک سے رہ

## پھیلنگ

"اے۔ ڈرائیور کہاں گی؟  
سب لوگ پیری طرح اچھے۔"

حرست ہے۔ ابھی ابھی تو میاں کھڑا تھا۔ اب اسے فرار ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ لیکن اُن نے اس کے سامنے اپنی فوس کو اس کے بارے میں ہدایات دی تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ددا بھی ہے کہ کوشش کرتا تو انھیں احساس ہو جاتا اور پھر کرے دو دوازہ ان کے سامنے تھا۔ یہ ہو، یہی سمجھنے کا نکار کرے کرے سے نکل جاتا اور وہ اسے دیکھئے۔ وہ تو ان کے بائیں طرف کھڑا تھا اور بائیں طرف سے دروازے کی طرف جانے کے لئے ان کے سامنے ہی گزنا پڑتا، یہیں وہ ان کے سامنے ہے نہیں تھا اور اس کرے کا کوئی اور دروازہ بھی نہیں تھا۔

سوال بہت ایک ہے۔ اور بہت دلچسپ بھی۔  
اس سے پہلے فاروق احمد بھٹی باکل اسی طرح غائب  
ہو چکا ہے۔

اس کا مطلب تو چھر یہ ہوا کہ وہ اپنیں ہلاک  
ہیں کرنا چاہتے۔ نیز حب کوشین مصنوعی ہیں۔ وہ  
چاہتے ہیں۔ ہم والیں پہنچ چاہیں۔ آخر یکوں نہ دہ ایں  
کیوں چاہتے ہیں؟

اور آپ کو تو انھوں نے دلان پہنچا بھی دیا تھا۔

مودھنے کہا۔

اہ! اسی یہ کہ مجھے شوق لگ جاتے والیں جانے  
مودھے ہوئے۔

چھر اب کیا پروگرام ہے؟

وہ نہیں دلوں لے جانا چاہتے ہیں۔ اور ہم بھی

لکھن میں۔ ڈرائیور غائب ہو گئی۔ تو اسی ہمیں اس

طرح غائب نہیں کی جا سکتھا۔ مھاں دھماں ہوئے۔

امیرا خیال ہے۔ ہرور کیا جا سکتا ہے۔

لکھن میں۔ وہ ابو ہمیں ہلاک کرنے کے لیے آئتے

ہاڑ بیل دے ہیں۔ ہمیں اس طرح غائب کیوں

ہیں کر دیتے ہیں۔

جانا چاہتے ہیں ۔ لہذا ہم جائیں گے ۔ اور اب امتحان کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

انھوں نے نئے سرے سے تیاری کی ۔ اور ایر پورٹ پہنچ گئے ۔ وہاں کے میجر نے ان پر استقبال کیا ۔ بم ملا ہے، انھوں نے پوچھا۔  
جی ہاں ہم مل گیا ہے۔ دُوہ بولا۔

اللہ کا شکر ہے ۔ یہ اب کپا پروگرام ہے؟  
آپ کا طیارہ بالکل تیار ہے۔ اس نے کہا۔  
شکر یہ ۔ پیسے پھر۔

وہ انھیں طیارے سک لے آیا ۔ جلد ہی وہاں طیارے میں پر روانہ کر دیے تھے ۔ چار گھنٹے کے سامنے کے بعد دوہ انشا رجہ کے ایر پورٹ پر آتے ۔ وہاں کے حکام نے ان کا استقبال کیا ۔ اور فوراً ہی انھیں ایک کمرے میں لایا گیا:

محافی سمجھیے گا۔ آپ کی یہاں چینگ کی جائے گی۔  
کیا مطلب ہے؟ وہ چونکے۔

یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ انپکٹر جھٹیہ اور ان کے ساتھیوں کے بجائے یہاں اور لوگ پہنچنے، ہوں اور تم انھیں اس عمارت میں پہنچا دیں۔ جہاں یہ خلیم اجلدیں

ہو رہا ہے۔ ہمیں یہ بات پسند آتی ہے۔

ٹھیک ہے۔ ان کی تلاشی لی گئی ۔ سامان کی بھی تلاشی ہوئی، پھر ان کے چہروں پر میک آپ کے امکان کا جائزہ یا گی۔ بھی سیالوں سے ان کے چہروں کو صاف کیا گی۔ آخر میجر نے کہا:

آپ لوگ بالکل فٹ ہیں۔ اب ہمیں آپ پر کوئی شک نہیں۔

محمود نے سامنے لگے آئئے ہیں اٹھ کر اپنا چہرہ دیکھا تو بول آٹھا:

جمی وادا! اب تو ہمیں کئی ماہ بیک من دھونے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اوaz سنائی دی:

آپ اپنا اہلیناں کر پکے، یہاں ہمارا بھی تو اہلیناں ہونا چاہیے۔

بھی۔ کیا مطلب ہے؟

مطلب یہ کہ اب ذرا ہم آپ کو چیک کر لیں۔

یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟ میجر جو پکارہ گیا۔

کیا میں نے کوئی عجیب - کہ دی ہے - جی اُس ! بہت زیادہ - اس سے عجیب بات و

میں نہ گئی تکہ نہیں ہو گی - اس نے کہا - چلیے خیر - خوش ہو جائیے - آج تو سن لیں

ہم آپ کی تلاشی لینا پاہتے ہیں - یہ جانخا جائے ہیں لکھ آپ کی جیب میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہو

آپ پڑتے وقت، ہمارے ہمان میں یا ہم میں سے کسی کی جیب میں رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں -

آپ کسی باتیں کر رہے ہیں ؟ مجھرنے جھلان کر کہا۔

ہم واقعی - مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں ہے لیکن تلاشی تو آپ کو دینا ہو گی -

آپ کو اسی کا اختیار نہیں - غان رحمان - وہ ماننے کیوری کھڑے ہیں، انھیں یہاں لے آؤ -

یہ کہپ کیا کر رہے ہیں ؟ اس نے تیز آواز میں کہا -

" ہمارا خیال تھا کہ آپ ویسے، ہی ماں جائیں گے -

لیکن لگتا ہے، آپ نہیں مانیں گے " ایسی بات ہے - آئیں - لے یہ تلاشی شہر میں لے کہا -

• اب آپ کیوں تیار ہو چکے ؟ فاروق کے لئے

میں حیرت تھی - اس کے مت سے کوئی لفظ نہ بکل سکا - اتنے میں

غلان رحمان دو سیوری آفسرز کو لے کر آگئے - اپکر جمیٹ

نے اپنا تھارٹ کرایا - یہ جبی جانیا کہ وہ کس سفر پر رکھے ہیں - پھر یہ بتایا کہ ان کی یہاں کس طرح تلاشی لی گئی

سادی تفصیلات سن کر ان میں سے ایک نے بُرا ما

مشن کر کہا : اس کے لئے اپنے بُرا مارٹنی کیا ہے ؟

آخر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں - یہ بتائیں نا -

میخیر صاحب نے جو کیا - یہ ان کا فرمی تھا : باکل ٹھیک - لیکن اب ہم صرف یہ چاہتے ہیں -

ان کی بھی تلاشی لی جائے -

میکوں جا ب : آخر آپ کیوں نہیں ہو سکا ؟

یہ یہاں کے اچارچوں ہیں -

آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ

اصل صدی ہیں - کل جل ساز نے ان کی جگہ نہیں لے لی، اپکر جمیٹ دو لے -

”بات ان کی بھی ٹھیک ہے۔ ہم حکم نہیں دے سکتے انھیں۔“

”تب پھر میں یہیں سے اپنے ڈمن واپس پورٹ جانا چاہتا ہوں۔ میں بھی اس کانفرنس میں شرکت نہیں کر دیں گا۔“

”ادھو۔ یہ تو معاملہ اٹھا رہا ہے۔ سیکورٹی آفیسر نے کہا۔“

”سب سوچ میں ڈوب گئے۔ اور آخر مطربی آفیسر نے کہا۔“

”ویرمعاملہ اب ہمیں اعلیٰ حکام کے سامنے رکھنا ہو گا۔“

”یکن ہم اسی کرے میں رہیں گے۔ جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں ذون کرتا ہوں۔“

”ملطبی آفیسر نے کسی کو فون کیا۔ جلد ہی ایک بڑے فوجی آفیسر وہاں آگئے۔ انھوں نے سادی بات سنی۔ پھر فون پر کسی سے بات کی، پھر وہ مینجر کی طرف مڑتے ہوئے ہوئے۔“

”ان لوگوں کا اس کانفرنس میں شرکت کونا بہت اہم معاملہ ہے۔ لہذا آپ ان کی خد پوری کر دیں، انھیں تلاشی دے دیں۔“

”اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔“

”اب آپ کی کتنے ہیں؟“

”ہمیں اپنے آفیسر سے بات کرنا پڑے گی۔“

”چلیے پھر۔ لائے انھیں بھی یہاں۔“

”ان میں سے ایک چلا گی۔ جلد ہی ایک ملٹری آفیسر وہاں آیا۔ اپنکٹر جنید نے اسے صاری بات بنائی۔“

”اس نے سر، ٹالیا اور مینجر سے بولا۔“

”اصلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ غلط آدمی نہیں ہیں تو آپ کو تلاشی دینے میں کیا اعتراض ہے۔ اب تو خوشی سے تلاشی دے دیں۔“

”میں ہرگز تلاشی نہیں دوں گا جناب۔“ مینجر نے چلا کر کہا۔

”آخر یکوں۔ وجہ؟“

”ایک چھوٹے سے ملک کے اپنکٹر ہیں اور اتنا درج کے ایر پورٹ کے مینجر کی تلاشی یہیں گئے۔ آخر انھیں اس کا اختیار کس نے دیا۔ اس نے پُرزور لجھے میں کہا۔“

”بات تو ٹھیک ہے۔ کئی آوازیں اُبھریں۔“

”اب انھوں نے دیکھا۔ ایر پورٹ کا عدل وہاں جنم ہوتا جا رہا تھا۔“

جی بہت بہتر بنخرا نے ٹھلا کر کما۔

اب انپرلا بحثید نے اس کی تلاشی لی۔ اس کی  
بیسوں سے جو بچھ نکلا چلا گیا، وہ سب کے سامنے  
بیٹھ پر ڈھیر کرتے گئے۔ اور پھر سیاہ دنگ کی ایک ڈیبا۔  
ان کے ڈھنگ میں نظر آئی۔ وہ سب چونک اٹھے۔ اس قسم  
کی ڈیبا فاروق احمد بھٹی کی جیب سے نکلی تھی۔

اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بہت لمبے فاصلے کے  
پیغمبیر ہے۔ میکڑوں میں دور ہونے والی بات چیز  
اپ پیمان میٹھے آسانی سے سُن سکتے ہیں:

”ہجون تو پھر۔ اپ کی کہا چاہتے ہیں؟“

”آر۔ یہ ہمارے سامنے سامان میں رکھنے والے  
تھے، لیکن ہم نے جب تلاشی کے دوران ان پر کڑی  
نظر رکھی تو یہ ایسا نہ کر سکے، لیکن ان کا پردہ گرام تھا  
کہ ہمیں یہاں سے کار کی طرف روانہ کر دیں اور  
سامان ہمارے پیچے بھجوائیں، اس دوران یہ آر سامان  
میں رکھا جاتے۔ جانتے ہیں، اس سے کیا ہوتا؟“

”کیا ہوتا؟“

”ہے کہ اس کافرنس کی تمام کارروائی سن لی جاتی  
اور ہمارا کوئی پردہ گرام راز نہ رہ جاتا۔“

اوہ بُن کے منزے بکلا۔

”مرد پیغمبر اب آپ کی کہتے ہیں بُن۔“

”اب یہ کیا کہوں گا۔ میرے پاس اب لئے کے  
بے دوسری کیا گیا ہے۔ یہ لوگ حدود بھے چالاک ہیں۔“

”تب پھر ہمیں۔ دُن شرکیت کیوں ہونے دیا جا  
تا ہے؟“

”کی مطلب؟“ وہ سب بول اٹھا۔

”مطلب یہ کہ ایک طرف تو ہمارے رائے ہیں، وہی  
اکاٹے جا رہے ہیں۔“

”پہاڑتے ہیں تھوڑا تم اس سامن پر رہوں روانہ ہوں۔“ اس

کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ جس کو چاہتے ہیں۔

”جایت آسانی سے بالکل غاث کر دیتے ہیں۔“

”میں انہوں نے غائب کیوں نہ کر دیا۔“

”ہوں لیتے تو داقعی رہت عجیب بات ہے۔“

”اُنہوں نے بچھ میں آنے والی ملڑی آفیر نے کہا۔“

”نیز۔ اس پر ہم خود خور کر لیں گے۔“ اب آپ ہمیں

کافرنس ہل تک پہنچاتے کھا انتظام کریں۔“

”تمام انتظام مکمل ہے۔“ آپ کہیے۔ اب آپ کے

سامان میں بھی کوئی چیز نہیں رکھی جائے گی۔“

رکھی جائے گی تو بھی یہ اس پروگرام کے حق میں نہ  
ہو گی ۔ ہمارے نہیں ۔ انپکٹر جمیش مکارے ۔

یہ مطلب ہے ملڑی آفیرنے انھیں گھورا ۔

یہ ہر بات کا مطلب نہیں بتا سکتا ۔ اپنے ملک  
کی نمائندگی کرنے کے لیے آیا ہوں اور کروں گا ۔  
اور پھر انھیں ایک بڑی کار میں بٹھایا گی ۔ میان  
کا سامان دوسری گاڑی میں رکھا گی ۔ دوسری گاڑی ان  
کے پیچے روانہ ہوئی ۔

ان کا یہ سفر دو گھنٹے کا ثماںت ہوا ۔ گویا کافی نہیں  
شہر سے بہت دور کسی مقام پر رکھی گئی تھی ۔ اور جد  
وہ وہاں پہنچنے اور کار سے اترے تو اس مقام کو دیکھو  
کر حیرت زده رہ گئے ۔ انھوں نے اس قدر خوب صورت  
دلغزیب اور پُر بہادر مقام زندگی ۔ میں پہنچے کبھی نہیں دیکھا  
تھا ۔ ایک بہت بڑا میدان تھا ۔ اس میدان میں  
خاص ترتیب سے درخت اور پودے لگے ہوئے تھے  
پورے میدان میں بہت دبیز گھاس لگی تھی، جو بزر قایلہ  
کی طرح محسوس ہوتی تھی ۔ اس میں پاؤں دنس دنس  
جاتے تھے ۔ ان درختوں پر مختلف رنگوں کے پھول  
اپنی بہادر رکھ رہے تھے ۔ ہزار لا کم کے پورے پھول

141

لے لدے تھے اور ان کی خوبیوں سے وہ پورا میدان  
میک رہا تھا ۔ اس میدان میں پار دستے تھے ۔ یہ چاروں  
دستے میدان میں بنائی گئی ایک بڑی عمارت تک جاتے  
تھے ۔ ابھی انھوں نے عمارت کا جائزہ نہیں یا تھا ۔  
اب وہ پیڈل اس عمارت کی طرف چلنے لگے ۔ عمارت  
کے قریب پہنچ کر انھیں عجیب سی فرحت کا احساس  
ہوا ۔ جدید طرز پر بنائی گئی اس عمارت میں دل کشی  
کی ہر چیز موجود تھی ۔ نہانے کا تالاب، زیگنیں، چیزوں  
کے تالاب ۔ پوری عمارت نگ مرکزی بنی ہوئی تھی ۔  
اور سفید دودھ جیسی نظر آ رہی تھی ۔

یہ نظارہ بھی اس عمارت کے باہر کا تھا ۔ ابھی  
وہ انہوں تو گئے نہیں تھے ۔ انھیں عمارت کے دروازے  
پکڑ لی رکھ دیا گی تھا ۔

یہاں آپ کو تلاشی کے مرحلے سے گزرنا پڑے  
گا ۔ انتشار جو کے انتہائی ذئے دام آدمی تلاشی یں  
گے ۔ ان کے پاس تلاشی کے جدید ترین آلات ہیں،  
ایسے کھرے موجود ہیں کہ اگر کوئی میک آپ میں آئے  
کام قریب وہ کھرے اس کی اتمی صورت دکھائیں گے ۔

غرض یہ کہ اس عمارت میں ایک بھی غلط آدمی داخل

نہیں ہو سکتے۔

دہلی چھوڑ کر چلا گیا۔

”آپ اس طرف تشریف لے آئیں۔

آپ کو آدھ گھنٹے

تک رحمت اٹھانا پڑے گی۔

آمید ہے کہ آپ معاف کر

دیں گے۔

”اگر سب کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے ہے۔

تو ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور اگر یہ سلوک من

ہم سے کیا جائے ہے تو ہم ضرور اعتراض کریں گے۔

”تمام مہماںوں کے ساتھ یہ سلوک ہو گا۔

اور جو لوگ انتشارجہ کے آئیں گے؟

انپکٹر جیشید بھائی

”کیا مطلب؟ اس نے چونک کر کہا۔

”مطلوب یہ کر۔

جب انتشارجہ والے یہاں شرک

کے لیے آئیں گے تو کیا آپ ان کی تلاشی بھی یہی لیں گے

انھوں نے کہا۔

”ہاں ضرود۔

یکوں نہیں۔

اس نے مسکرا کر کہا۔

”تب آپ شوق سے اپنا اٹھیناں کریں۔

انپکٹر جیشید

بھی جواب میں مسکلتے۔

آدھ گھنٹے تک انھیں مختلف قسم کی چیزیں کا سامنا

کرنا پڑتا۔

تب کیسی جا کر ان سے کہا گیا:

”آپ لوگ باکل درست ہیں۔ آپ کے بارے میں

یہی قسم کا کوئی شک نہیں رہا۔

”بہت بہت شکریہ اُوہ بولے۔

”آپ اس طرف سے تشریف لے جائیں۔

کو آپ کے کروں تک پہنچا آتا ہوں۔

”جو نہیں۔ ہم اپنے کروں میں نہیں جائیں گے۔

انپکٹر جیشید بولے۔

”کیا مطلب؟ چیلنج کرنے والے چونک کر بولے۔

”ہم یہاں کام کرنے نہ ہے۔ اور کام ابھی بے

شروع کر رہے ہیں۔

”کسی بھی قسم کے کام سے پہلے اجلادس ہو گا۔

اس اجلادس میں جو باتیں طے ہوں گی، ان کے

مطابق کام شروع کیا جائے گا، لہذا آپ اسی وقت

کام کے شروع کر سکتے ہیں۔

”آپ بھی تو چیلنج کام کر رہے ہیں؟ فاروق بولا۔

”یہ اور کام ہے۔

”ہم اسی کام کے سلسلے میں کام کرنا چاہتے ہیں۔

”خود نے کہا۔

”کیا مطلب؟

مطلوب یہ کہ جو لوگ آئے والے ہیں۔ ہم دیکھنا چاہئے ہیں۔ لہ اُن کی چیلنج بوتی ہے یا نہیں، اور اچھی طرح ہوتی ہے یا نہیں۔ فرزاد نے مہما۔

فرزاد! تم نے بالکل صحیح کہا، لیکن ہم ایک اور چیز کو بھی چیک کرنا چاہتے ہیں۔ انپکٹر جعید پر انہیں انداز میں دوئے۔

"اوہ وہ کیا اب آجائی؟"  
کہ... وہ کہنے لگے، لیکن پھر انہوں نے الفاظ دریان میں چھوڑ دیے۔

"یک لہوا۔ آپ کچھ لکھ کر کتنے رک یکوں گئے؟"  
ایک بات۔ خاص بات یاد آگئی تھی۔

میں اس وقت کچھ اور لوگ آگئے۔ اور چیلنج کرنے والوں کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ معلوم ہوا، آئے والے شاد جتان کے لوگ تھے۔ ان کی بھی بالکل اسی انداز میں چیلنج کی گئی۔ جس انداز میں ان کی کی گئی تھی۔ پھر انھیں ایک شخص ان کے کردوں تک پہنچانے کے لیے ساتھ لے کر چلا گی۔

"اوہ ہو۔ آپ اب تک یہیں کھڑے ہیں؟"  
"ہاں! اور ہم کی کر سکتے ہیں، مجبوری ہے۔"

"چیلنج کرنا، ہمارا کام ہے۔ اور یہ کام یہاں صرف ہم کریں گے، لہذا آپ اپنے کروں میں جا کر کارام فرمائیں۔"  
بھی نہیں۔ چیلنج کرنا، ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے، دوڑنے یہ گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔  
وی مطلب ہے وہ پوچنے۔

"ہم یہاں رہ کر باقی لوگوں کی چیلنج ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں، اگر آپ لوگوں کو اس پر اعتراض ہے تو اس اجلاس کے سب سے پڑے ذائقے دار سے فون پر یا بھی آپ رابط کر سکتے ہیں۔ بات کر لیں۔ ہمارے بارے میں اور ہماری خواہش کے بارے میں انھیں بتا دیں۔ اگر انہوں نے بھی یہ بات پسند نہ کی، یعنی ہماری بات۔ تو ہم ان سے صرف ایک بات کیسیں گے اور وہ ہماری بات مان لیں گے۔  
بات پڑے نہیں پڑی۔"

سب سے پڑے ذائقے دار اس اجلاس کا کون ہے؟

مشتر رونگ۔ ایک نے فوراً کہا۔

شکریہ! ان سے بات کرنا ہو تو آپ سی محنتے میں؟ کیا وہ انہ موجود ہیں؟

بھی لاں! موجود ہیں۔ لیکن یہاں سے کافی دور۔

لہذا داڑ لیں پر، ہی ان سے بات ہو سکتی ہے؟  
” تو کریں بات۔“

” آپ وگ کچھ مندی قسم کے ہیں۔“

” ہاں ! آپ یہ بات کر سکتے ہیں ، ہم نے آپ کی  
بات کا ذرا بھی بُرا نہیں مانا۔“  
” شکریہ۔“ اس نے بُرا سامنہ بنایا کہا اور داڑ لیں پر  
رالبط کرنے لگا۔ جلد ہی اس نے کہا :

” ہیلو سر۔ فرطوش ، بات کر رہا ہوں۔“

” ہاں کہو۔ کیا بات ہے ؟ دوسری طرف سے ایک  
بخاری بھر کم آواز سنائی دی۔“

” پاک لینڈ کے انپکٹر جشید اور ان کے ساتھی آپکے ہیں جس  
” یہ کون ہی نئی خبر ہوئی۔“ دوسری طرف سے شاید بُرا  
سامنہ بنایا گیا۔

” یہ نئی بات نہیں ہوئی۔ یکن سر۔ نئی بات یہ تو  
ہے تاکہ وہ چینگ کے بعد یہاں سے اپنے کروں میں  
جانا پسند نہیں کر رہے۔“

” کیا مطلب - اور وہ کہاں جانا پسند کرتے ہیں ؟ دوسری  
طرف سے جلا کر کہا گیا۔“

” یہیں ٹھہر کر خود بھی چینگ گرنا۔“

146

” یکن یہ ان کا کام نہیں ہے۔“  
” ہم ان سے یہ بات کر چکے ہیں۔ اس کے جواب

” یہیں انھوں نے ایک ہوڑ عجیب بات کی ہے۔  
” اور وہ کیا ؟ پڑکنگ کی آواز میں اب غصہ تھا۔

” یہ مگر آپ ان سے بات کر لیں۔ وہ آپ سے  
صرف ایک بات کیسی گے اور آپ ان کی بات مان  
یں گے۔“

” عجیب وگ گئے ہیں۔ خیر میں ان سے بات کے  
لیتا ہوں۔ بلاس انھیں سیٹ کے پاس۔ دوسری طرف  
سے کہا گیا۔“

” آئیے جاہ۔“ فرطوش نے بُرا سامنہ بنایا کہا۔  
” آجی - ہیلو مطر دوکنگ۔ میں انپکٹر جشید بات کر رہا  
ہوں۔ دیکھیے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں ٹھہر کر چینگ  
کے کام کی چینگ کریں تو اس میں آخر کیا حرج ہے ؟  
” چینگ کے کام کی چینگ ؟ اس نے چران ہو کر کہا۔

” جی ہاں ؟  
” یکن یہ کام آپ کا نہیں ہے۔“  
” تو کیا جن وگوں کا یہ کام ہے۔ صرف دہی یہ کام  
کر سکتے ہیں ؟“

ہاں ! یہاں بھی ہو گا۔ آپ کے اصول نہیں پہنچیں گے؛ دوسری طرف سے تیر بجھے میں کہا گی۔

”آپ کی مرضی“ اپکٹر جشید بولے۔

”آپ کچھ اور کہا چاہتے ہیں؟“

ہاں ! ہم وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ جس کو مجھ کو سمجھ کر آپ ہماری بات مان لیں گے۔

”آخر وہ یک بات ہے؟“

”یہ کہ۔ یہ چیلگ کرنے والوں کی چیلگ کی جا چکی

ہے؛ اپکٹر جشید نے کہا۔

”یہ مطلب ہے؛ روکنگ نے زور سے کہا۔

## روکنگ

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزد گئے، آخر روکنگ نے  
جلائے ہوئے انداز میں کہا:

”سرٹ اپکٹر جشید۔ یہ آپ دوسروں کا وقت برپا  
کرنے کے ماہر ہیں؟“

”کم از کم میں اس کام کا ہرگز ماہر نہیں ہوں۔  
وقت بھی قسمی چیز بھی کیسی برپا کرنے کے لیے ہے۔“

”یعنی اس وقت تو آپ یہی کر رہے ہیں؟“

”بھی نہیں۔ میں اس کو آباد کرنے کی پوری کوشش  
کر رہا ہوں۔“

”کس کی بات کر رہے ہیں؟“ روکنگ نے تملک کر کہا۔  
”وقت کو آباد کرنے کی۔“

”اُف۔ آپ آخر چاہتے کیا ہیں؟“

”ایک اصولی بات۔ ان چیلگ کرنے والوں کی

چیلگ چونا چاہتا ہوں۔ دُہ بھی آپ کی موجودگی میں  
” یہ خاص لوگ ہیں۔ جانے پہچانے ہیں：“  
” تب بھی چیلگ میں کی حرج ہے۔ ذرا سوچیں۔  
” ہم جس سلے میں یہاں جمع ہوتے ہیں۔ گیلان وہ غیر ایم  
ہے؟ انپکٹر جمشید نے کہا۔  
” اس وقت دُنیا میں اس سے اہم کام کوئی ہجہ  
ہی نہیں سکتا۔ پوری دُنیا کو اس نئی مخلوق سے زبردست  
خطہ ہے۔ اس نے کہا۔

” تب پھر۔ آپ کیوں بحث کر رہے ہیں۔  
جلد از جلد یہاں تشریف لے آئیں۔ اور ہمیں چیلگ کرنے  
ہوتے خود دیکھیں：“

” اچھی بات ہے، میں آ رہا ہوں۔ لیکن اس پوری  
ہم کے دوران آپ کو میں ناپسندیدہ افراد کی بیٹھ میں  
سب سے اوپر رکھوں گا۔

” اور ہو! تو پیکا آپ نے اس ہم کے دوران پسندیدہ  
اور ناپسندیدہ افراد الگ الگ کرنے ہیں؟ انپکٹر جمشید نے  
چونک کر کہا۔

” نہیں۔ یہ بات صرف آپ کے لیے ہوگی۔  
” ہم کسی کے لیے پسندیدہ ہیں یا ناپسندیدہ۔

اس کی بالکل بھی پروا نہیں۔ انپکٹر جمشید بولے۔

” اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ اور ساتھ میں  
پچھے اور لوگوں کو بھی لا رہا ہوں۔ تاکہ دُہ بھی دیکھ لیں

کہ آپ لوگ وقت کس طرح ضائع کرتے ہیں۔“  
” ہماری وجہ سے اگر آپ کا وقت بر باد ہوا تو، ہم

اس اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔“  
” اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے۔

” اس نے کہا۔

” ٹھیک ہے۔ اور نہ ہماری صحت پر۔ آپ تشریف

لارہے، میں یا، ہم اپنا کام شروع کریں؟“

” اپنا کام۔ یعنی واپس جانے کا؟“ اس نے چران

کر کہا۔

” بھی نہیں۔ اس طرح ہم واپس جانے والے کہاں

ہیں۔ میرا مطلب چیلگ کرنے سے تھا۔“

” خبزادار۔ آپ میرے آنے تک کچھ نہیں کریں گے؟“

” شکریہ۔ تو پھر تشریف لے آئیں۔“

” داڑیں سیٹ پر آوانہ بند ہو گئی۔ فرطوش نے  
اسے بند کر دیا اور ان سے بولانے

” تو آپ ہم لوگوں کی چیلگ کرنا چاہتے ہیں۔“

جہشید نے جرا سامنہ بنایا۔

باکل کوئی نہیں آ رہا۔

”شکریہ! کوئی تو یہاں ایسا ہے۔ جسے کوئی اعزاز میں؟ وہ بولے۔“

تین منٹ بعد بہت بلے قد کا ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ تین اور آدمی آتے۔ ان کے جسموں پر بہت قسمی بس تھے۔

”تو آپ ہیں انپکٹر جہشید؟ آنے والے بلے قد کے آدمی نے کہا۔

”جی ہاں! اور آپ مسٹر روکنگ ہیں؟“

”ہاں! ابھی فرمائیے۔ آپ کی چاہتے ہیں؟“

”اصلی طور پر ان چینگ کرنے والوں کی چیلنج فرہ ہونی چاہیے تھی، لیکن یہ کام نہیں کی گی۔“

”ہمیں ان پر اطمینان جو ہے۔ پچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔“ اس نے مز بنایا۔

”لیکن میرے خال میں ضرورت نہیں۔ اچھا کی آپ ان لوگوں کو اچھی طرح پچانتے ہیں؟“

”ہاں! یہ میرے دفتر کے لوگ ہیں۔“ اس نے

”شکریہ! ملاختہ فرمائیں۔ ان میں کوئی آپ کو غلط

آدھی تو نظر نہیں آ رہا۔“ باکل نہیں۔

”تب پھر اس یکمرے کے ذریعے انھیں دیکھ لینے میں کیا عرج ہے۔ جس کے ذریعے یہ بھب کو چیک کر رہے ہیں۔ یونک اگر کوئی میک آپ میں ہو تو اس یکمرے کے ذریعے اس کا اصل چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں آفر کتنی دیر لگ جائے گی۔ کتنا وقت بریاد ہو جائے گا؟“

”ادھ! نہیں۔ اس میں باکل وقت ضائع نہیں ہو گا۔ یک مجھے یہاں تو آتا پڑا۔ کی اس میں وقت ضائع نہیں ہوا؟“

”اس طرح تو ہر آنے والے کا آدھ گھٹا ضائع کی بارہا ہے۔“

”اچھا خیر۔ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ لایتے۔“

ان لوگوں کو اس یکمرے میں دیکھ لینے ہیں۔ لاد فرطوش

یکرو مجھے دوڑے۔

”ضرور سر۔ یکوں نہیں۔“ اس نے خوش ہو کر کہا اور یکرو روکنگ کو دے دیا۔

اس نے اس پر آنکھ جھائی اور ان میں سے ایک کو باری باری دیکھنے لگا۔ جب سب کو دیکھ دیا تو بولا: ”میں اپنا اہلینان کر چکا ہوں۔ یہ لوگ بالکل ٹھیک۔“ ابھی تو صرف یہ بات ثابت ہوئی ہے جا بھروسے میں سے کوئی میک اپ میں نہیں ہے۔ اپنکے جشید طنزیہ انداز میں کہا۔

”تو پھر۔ آپ اور کیا چیز چیک کرنا چاہتے ہیں؟“ میک اپ میں نہ ہوتے ہوئے بھی تو کچھ غدار ہوتے ہیں۔ انھوں نے طنزیہ بجھ میں کہا۔ ”بالکل ٹھیک۔ میں کب کہتا ہوں کہ نہیں ورنہ اس نے کہا۔“

”تب پھر ان کی چیک باقی مراحل میں بھی کامیاب رہے۔ آپ کا اہلینان اب کرانا ہی ہوا۔“ اچا بابا۔ بہت بہت شکریہ۔ یہی ہم چاہتے ہیں: روکنگ نے ان میں سے ہر ایک کو چیک کر لیا۔ ان مرحلوں میں سے گزارا۔ جن سے ڈھونڈ رہے اور آخر میں اپنا فیصلہ سنایا: ”یہ لوگ بالکل ٹھیک ثابت ہوتے ہیں۔“

”اوہ ہو اچھا۔ کمال ہے۔ وہ جیزن ہو کر جو لے۔“

”اس میں اب کمال کی کیا بات ہے۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ یہ ٹھیک ثابت نہیں ہوں گے؟“

”ہاں! ان میں سے ایک تو ضرور غلط ثابت کی جا سکتا ہے۔ بلکہ دو۔“

”کیا مطلب؟ روکنگ زور سے اچھلا۔“

”لا یئے۔ اب ذرا، تم چیک کر کے دکھائیں۔“ یہ کہ

کر انپکڑ جشید نے کیمرہ فرطوش کے ہاتھ سے اچک یا۔

”یہ۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟“ فرطوش نے چلا کر کہا۔

”چیک۔“ یہ کہ کر انھوں نے کیمرے سے آنکھ لگا دی، یکن ساتھ ہی فرطوش نے ان سے کیمرہ چھین لینے

کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

”جن طرح مجھ سے کیمرہ چھینا گی۔ اس سے تو

اس بات کو پنچھلی ملتی ہے کہ ان میں کوئی غلط آدمی

ضرور ہے، لہذا اب یہ معاملہ سب کے سامنے طے

ہو گا۔“

”سب کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک تماشا

کی جائے گی یہ بات۔“

”تماشا تو اب ہو کر رہے گا۔“ انھوں نے کہا۔ اب

مک تین افراد بالکل بالکل فاموشی سے یہ سب پچھوڑ دیکھ رہے تھے، لیکن اب ان سے بھی رہا نہ گی۔ ایک بول اٹھا:

”انپکٹر جمشید! مگر اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں رہ روکنگ تو انھیں اطمینان کر لینے دیا جائے۔“

”اُن بالکل: باقی دو ایک ساتھ بولے۔“

”اب یہ اطمینان سب کے سامنے ہو گا جتاب:“

انپکٹر جمشید بولے۔

روکنگ نے انھیں تیز نظروں سے گھورا عہد

”ٹھیک ہے، آئیے۔“ ہم سب کو ہال میں بلدا تے ہیں۔

”اس کے لیے ہمیں ساتھ جانے کی ضرورت ہیں۔“

آپ جا کر سب کو ہال میں جمع کریں۔ ہم ان لوگوں

کو ساتھ لے کر ہال میں آئیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“ اس نے فوراً کہا اور اپنے تنہل ساتھیوں کے ساتھ اندر چلا گی۔ وہ وہیں کھڑ رہ گئے۔ اب فرطوش انھیں کہا جانے والی نظروں

سے دیکھ رہا تھا۔

”ذرا آپ اپنا یہ کیمروہ دیں گے۔“

”نہیں۔“ اب سب کے سامنے چکنگ ہو کر ہی ہے۔

فرطوش نے کہا۔

”جی ہاں! وہ تو خیر ہو رہی ہے۔“

مشتری باسر۔ آپ ذرا خیال رکھیے۔ میں پیش کر

آؤں۔ فرطوش بولا۔

”اوے کے سزا۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔“

”نہیں جناب۔ اب آپ کہیں نہیں جائیں گے۔“ انپکٹر

جشن دے۔

”میں مطلب ہے۔“

”اب آپ کو ہماری نظروں میں رہنا ہو گا۔“

جب تک کہ آپ چکنگ کے مرحلے سے نہیں گزر جاتے۔

انھوں نے کہا۔

”آپ مجھے روکنے والے کون ہوتے ہیں۔“ مسٹر روکنگ

ہرگز یہ پدایت نہیں دے گئے کہ میں یہیں ٹھہر رہوں۔

یہ کہ کہ وہ جانے کے لیے مُڑا۔ یہیں اس نے اپنے انتہا

میں ہی دکھا۔

”یہ کیمروہ تو مشتری باسر کو دیتے جائیں۔“ انپکٹر جمشید

لے کر ملے۔

”یہیں میں کسی کو نہیں دے سکتا۔“

اس نے کہا اور فوراً کمرے سے بکلنے کے لیے

در داڑے کی طرف رجھا، لیکن اونھے منہ گرا اور سارے  
دی اس کے منہ سے جخ نکل گئی۔

انھے ہو یا۔ خدا نے آنکھیں نیں دیں تا  
نے جخ کر محمود سے کہا، یونکہ اسی نے آگے بڑھ رہا  
ڈالنے تھی۔

بھی بھی اندر میں جاتا ہوں۔ دوسروں کو اپنی  
دیکھنے کے لیے محمود نے منہ بنایا۔

اس نے فرد اٹھنے کی کوشش کی، لیکن پھر پسل  
گرا۔ فرش بھت چکنا تھا۔ اب جو وہ آٹھا تو جہاں  
رہ گی اور جخ پڑا۔

ادے۔ یکھڑہ کھان گیا؟

یکھڑہ اب والی ہے۔ جہاں آپ نہیں پہنچے

آپ لوگ۔ بہت بد اخلاق۔ اجد اور گزارہ ہیں  
کس بے وقوف نے آپ کو اس اجلاس کی دعوت  
دی ہے۔ میں آپ لوگوں کی شرکت ختم کرا  
دہوں گا۔

ایک تلاشی لینے والے میں اس قدر طاقت ہوں

ہے؟ وہ بولے۔ میری طاقت کا اندازہ تو آپ اس نے لائے

یہ کہا۔ اس کے لفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت  
مودودیک نہر داخل ہوتے تھے:

آئے جاہب! سب لوگ ہاں میں جمع ہو چکے ہیں۔  
پہلے جاہب! انپکڑ جسٹی نے چیلک کرنے والوں  
کے کھا۔

یہ بعد میں آئیں گے۔ پہلے آپ تو ان کے درمیان  
پہنچیں۔ اور دضاحت کریں کہ سب کو اس طرح اپانک  
میوں جمع کیا گی ہے۔

میں جاہب۔ یہ ساتھ جائیں گے:

آپ عجیب صدی ہیں۔ روکٹ غرایا۔

آپ ہمارے بارے میں کچھ بھی کہیں۔ کوئی نام  
مجھی ہمیں دے لیں۔ ہم بڑا نہیں مانیں گے۔ یونکہ  
اکنہ میں بُرا مانتے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں، اگر  
آپ چیلک کے راستے میں رکاوٹ نہیں گے تو ہم ضرور  
بُرا نہیں گے۔

پہلو بھائی۔ ان کے آگے اجلاس دالے کرے میں چلو۔  
وہ والی سے نکل گر ایک براہمے میں چلنے  
گئے۔ روکٹ سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچے

فرطوش اور اس کے ساتھی تھے۔ اور پھر وہ تھے۔  
روکنگ ایکٹ کمرے کا دروازہ بھول کر انہوں واظل  
گی۔ اس کے پیچے فرطوش اور اس کے ساتھی دام  
ہو گئے۔ اب ان کی بادی آئی۔ بجونہی وہ کمرے  
 داخل ہوئے۔ چونک اٹھے۔ کیونکہ ان کی طرف تین  
 کلاش کوفیں اٹھی ہوئی تھیں۔

## وہ ہوتا ہے

بہت چالاکیاں دکھائیں، اب تم ہاتھ اوپر آٹھا دو۔  
یہ کیا مٹڑ روکنگ؟ انپکٹر جیش مسکانگر دوئے  
وہی۔ جو تم ثابت کرنا پاہتے تھے۔ تم نے ہاتھ  
نبیں اٹھائے۔ وہ غایا۔

پلو اٹھادو بھی، ورنہ ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔  
انہوں نے کہا اور ہاتھ اٹھا دیے۔

وہ کیمرو کہا ہے؟  
ادھو۔ وہ تو اسی کمرے میں رہ گی۔ چینگ وائے  
کرسے میں۔ فرزاد بولی۔

معت تیرے کی۔ محمود نے جلا کر کہا، یہن ران پر  
اغ د لار سکا، کیونکہ ہاتھ اوپر آٹھا ہوا تھا۔

جاو باسر۔ وہاں سے کیمرو آٹھا لاؤ۔ فرطوش نے  
جل بھی کر کہا۔

"ہاں بھی سے جاؤ۔ محمود نے کہا۔  
کمال ہے۔ جس اجلاس کا سربراہ ہی فلٹ ہے۔  
وہ اجلاس بھی یہ اجلاس ہے جو گاؤں پروفیسر داؤد کے گھر میں  
میں بلا کی حرمت تھی۔

"یکو منٹ۔ تم ہمارا کمیل خواب کرنے پڑتے  
ہم اب تمہارا کمیل ختم کریں گے۔  
خواب کرنے کے بعد میں آپ بھی خواب کریں۔  
ختم تو نہ کریں۔ فاروق نے دخواست کی۔  
چھپ سردار نے زبان پھینگ لیں گے گدی سے پھر ٹوٹی  
نے کہا۔

"کام کر کے آپ ہم پر بست ڈالا احاطہ کریں۔  
مودو نے خوش ہو کر کہا۔  
کیا مطلب؟"

"اب اس بات کا مطلب کیا یہ تاول۔ ہم خود اس  
کی زبان کے تائے ہوئے ہیں۔  
یا ان حالات میں تو ایک دوسرے کی بھٹکتے  
کر دیکھ تو دو۔ کس قدر تیکن حالات ہیں۔ میں  
تین کلاش کوئی ہم پر اٹھی ہوتی ہیں۔ خان رحمان

و فزود کریں گے ہم کاش انکل تے فاروق بولا۔  
سی انہی۔ کاش انکل۔ کاش یجھے انکل اس کے  
فرزاد بولی۔  
خا موش رہو۔

ہمی وقت باسر انہی داخل ہوا۔ اس کی شکل پر  
اٹھائی بیج رہے تھے:

کیمرو نہیں ملا۔  
نہیں ملا۔ کمال ہے۔ وہ کہاں گیجا ہے۔

"اباٹ ہو تو میں لا دوں۔" فرزاد نے کہا۔  
باسر۔ تم اس لڑکی کے ساتھ جاؤ۔"

اوکے سر۔ اس نے کہا۔  
اب وہ فرزاد کو ساتھ لے گریا۔

بس۔ اب یہ تو گی کام سے۔" محمود نے کہا۔  
کیا مطلب؟ روکنگ چونکا۔

یہ داں جا کر اسے لہرتے کے ذریعے دیکھئے گئے۔  
و دیکھئے۔ کیرے میں دیکھئے سے کیا ہوتا ہے؟

اصل چھرہ نظر آتا ہے۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔  
بانکل ٹھیک انکل۔ اب ہم ان کے اصلی چھرے

کئی منٹ گزد گھنے، یکن فرزاں نہ آئی:  
فرطوش - وہ اُو کا پٹھا باسر کہاں رہ گیا -  
دیکھو اسے جا کر - اور ان دونوں کو کہرے سمت یہاں  
لاؤ - روکنگ نے کہا۔

"اچھی بات ہے سر، فرطوش نے کہا اور کمرے سے  
بیکل گی۔

تین ہفت اور گزر گئے، یکن فرطوش بھی انہیں  
کہ نہ ہوٹا۔

"یہ - یہ لوگ کی کہ رہے ہیں - جا کر والپس نہیں آئے  
ہو سکتا ہے، یکمروں نہ ملا ہو سر - ان میں سے  
ایک نے کہا۔

"تم جا کر دیکھو - روکنگ بولا۔

"یکن سر - کلاشن کوف کا کیا کروں ؟  
ساتھ لے جاؤ - یہاں دو کلاشن کوفیں بھی کافی  
ہیں - روکنگ نے کہا۔

"وہ بھی چلا گی۔

"سر روکنگ - آخر تم ہماری چال میں آہی گے  
انپکڑ جہشید بولے۔

لگ - کون سی چال ؟ وہ چونکا۔

یہاں اب دو کلاشن کوفیں مدد گئی ہیں۔  
تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے ؟  
مودہ دیکھو - اس سے وہ ہوتا ہے۔  
انھوں نے ان کے پیچے اشارہ کیا - وہ صب چونک  
کہ ادھر ترے - یہی وہ لمحہ تھا جب خان رحمان اور  
انپکڑ جہشید نے دونوں کلاشن کوف برداروں پر چلانگیں لگائیں،  
وہ نہ کے بل کہے، کلاشن کوفیں ان کے ہاتھوں سے  
نیکل گئیں - محمود اور فاروق پہلے، ہی جانتے تھے کہ یہ  
ہو گا - لہذا وہ کلاشن کوفوں پر چھٹنے کے لیے پہلے  
ہی بالکل تیار تھے - اس سے پہلے کہ روکنگ کچھ کر  
سکتا - وہ کلاشن کوفیں اٹھائے بالکل سیدھے کھڑے  
ہو پکے تھے۔

اب تم لوگ ہاتھ اٹھا دو - یہی وہ ترکیب تھی -  
ایک ہی وقت میں تین کلاشن کوفوں سے پچھا بہت مشکل  
تھا، یہن دو سے ہم کسی دلکش طرح پڑھ کرے تھے -  
اور بات ہے کہ ان دونوں کو فائز کرنے کا موقع نہ  
میل سکا - اور اب یہی فرزاں والے کلاشن کوف بردار  
کو دیکھوں ذرا - یہ کہ انپکڑ جہشید کرے سے نیک  
گئے - بلہ ہی وہ اس طرح اندر داخل ہوئے کہ

کاش کوف ان کے ڈاٹھ میں تھی اور روکنگ کے دروز  
سماں تھیں ہاتھ اور لٹھائے انہوں آرہے تھے۔ فردان بے

سے تپچھے تھی۔ اس کے ڈاٹھ میں یکھڑہ تھا۔

لے کر رہا تو وہ یکھڑہ۔ جس کے لیے آپ سب لوگ

پریشان ہو رہے تھے۔ یہ کہتے ہوئے فردان نے اے

امے ہے اے اے پیر اچل پڑی۔

کی ہے اے اے تو۔ اس کی شکل تو بہت بیباہ

چلو کوئی بات نہیں۔ بچوں کا ثہرانے کے کام آئے

گی۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

لگ۔ کیا؟ پروفیر دادربے خیالی کے عالم میں رہے۔

بچیانک شکل۔

پروفیر صاحب۔ آپ ان بیٹوں کو ساختہ لے جائیں

تمام لوگوں کو ہاں میں بلداز مدد جمع کریں۔ تاکہ اس

میں صورت حال سے بیٹا جا سکے۔

اوہ اس دوستان آنے والوں کو چیک کون

گا۔ کیونکہ ان لوگوں کو دروازے پر متر کرنے کا

طلب صرف اور صرف یہ ہے کہ غلط آئی اندر داخل

سکے۔

ہاں ہے یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ خان رحمان تمہارے  
یکھڑہ لے گو دروازے پر جاؤ۔ اب چینگ تمہارو  
یہ لوگ سب سماں کو کروں سے نکالیں گے اور  
اسی وقت یہکہ میں ان لوگوں کو کلاشن کوف کی زد پر  
لے جائیں گا۔

"بہت خوب؟" خان رحمان نے کہا اور یکھڑہ لے گئے  
نکل گئے۔

پروفیر داد دا ان بیٹوں کے ساتھ علب لوگوں کو

ہاں میں جمع کرنے کے پے چلے گئے۔ روکنگ اور ان  
کے ساتھی اعیش کھا جاتے۔ والی نظرؤں سے دیکھنے لگے۔

"شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ اب میں اکیلہ رہیں  
ہوں اور بھوپل تقاوی پانا زیادہ۔ مشکل سکام نہیں ہو گا۔"

"نہ۔ نہیں۔ ہم یہ نہیں سوچ رہے۔" روکنگ  
سمجھ پلڈی سے کہا۔

"تو چھر۔ کیا سوچ رہے ہو تم؟"

"یہ کہ تم لوگ آخر چیز کیا ہو۔ ہمیں صرف

نخوارے بارے میں ہدایات دی گئی تھیں کہ تم لوگوں سے

کو شاد رہنا ہے۔ باقی لوگوں کی خیرے۔"

نیالات کا انہمار کیا تھا؟ اپکڑ جمیڈ مکارے۔

"ویسے ایک بات ہے:

"چلو وہ بھی بتاؤ - کوئی حضرت نہ رہ جائے؟ اپکڑ جمیڈ نے کہا۔

"جس آدمی کے داغلے کے لیے یہ سارا انتظام کی طرف ہے نا - وہ اندر ضرور آ جاتے گا:

"اور وہ کون ہے؟

"اس سبادی مسم کا انچارج۔"

"وہ یہاں آ کر کی کرے گا۔ اور وہ ہے کون؟ اور وہ ہے کون؟

"یہ میں نہیں جانتا - میری ڈیوٹی صرف اتنی سی ہی کی میں اسے اندر آنے دوں، لہذا میں نے اپنے ان

ما تھتوں کو اس کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔

"یہ اسے کس طرح پہچانتے؟

"وہ میک اپ میں آئے گا۔ یکہرہ فوراً بتا دے گا، میکن میرے آدمی اسے نہیں روکیں گے:

"اس طرح تو اس کی بجائے کوئی اور بھی آ سکتا ہے:

"وہ آ کر ایک خاص اشارہ کرے گا:

"اور وہ اشارہ کیا ہو گا؟

"وہ صرف اتنا کہے گا۔ آج موسم کس قدر حسین ہے

۔ شکریہ! یہ باتیں جان لینے کے بعد اب ہم اسے اندر

کوں آنے دیں گے؟ اپکڑ جمیڈ مکارے۔

میں کہا۔ دُو پھر بھی اندر آ جاتے گا۔ رونگ نے طنزہ بچے

۔ آخر کیسے؟

۔ یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔ اسے بہر حال اندر داخل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اگر دُو بہر حال میں اندر آنے کے قابل ہے تو

پھر تمہارے ذمے یہ ڈیوٹی لگانے کی کیا ضرورت تھی؟

تاکہ کسی کو کافیں کافی خبر نہ ہو۔

۔ تو یہ جب دُو اپنے طور پر اندر داخل ہو گا تو لوگوں

کو کافیں کافی خبر ہو جائے گی:

۔ ہال بیوی بات کی جا سکتی ہے۔

۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔ جب ہم نے تم لوگوں کو

دیکھ لیا تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔

۔ اُسی وقت محمود وہاں پہنچ گیا:

۔ سب لوگ ہال میں پہنچ پچکے ہیں اور اس بات پر

حد درجے چڑکا ہیں کہ انھیں ہال میں اس طرح اچاکہ

کوں جمع کیا گی ہے۔

کوئی بات نہیں ۔ ابھی ہم ان کی حرمت دو دری گے ۔ چلو بھی ۔ اور کان مکھول کر شن لونہ تھیں سے کسی نے ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تھی، ہم اسے فوراً دھیر کر دیں گے ۔

آن کے منزہ سے کوئی بفنا نہ نکل سکا ۔ بخوبی وہ ہال میں داخل ہوئے ۔ بہت سے لوگ چلا ٹھیک ہام سے : یہ کیا ہے ؟

”اُس ۔ یہاں تو مسٹر روکنگ بھی آتھے اور اُحتجاء

کھڑے ہیں ۔ معاملہ کیا ہے ؟ اس قسم کے بہت کئے جنہے اُسیں نہیں پڑھے، ان پکڑ جیشید۔ شج پر آگئے اور لوئے ۔

”یہ وضاحت کرتا ہوں ۔

”آپ کون ہیں ۔ اور آپ کے لائق میں کلاشن کوف کے ہوتے ہوئے ہم سکون سے آپ کی بات کس طرح سن سکتے ہیں ۔

”کلاشن کوف میں نے آپ دو گوں کے لیے اتم میں نہیں لے رکھی ۔ اس کی زد پر صرف روکنگ اور اس کے ساتھی ہیں ۔ میرے دو ساتھیوں نے بھی انہیں

"ہن! اس قدر زبردست انتظامات کے ہوتے ہوئے  
وگ بھی تو ماں موجود ہیں۔ جو اس مخلوق کے  
لجنٹ ہیں۔"

"باتیں، ہمارے لیے حد رہے چرت انگریز ہیں،  
آخر یہ کس طرح ممکن ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔"  
اب آنھوں نے ساری تفصیل متنا دی۔ ان سب  
کا مادے چرت کے برا حال تھا۔

"اب۔ پھر۔ اب کیا بنے گا؟"  
یہی ہمیں سوچنا ہے کہ اب کیا بنے گا۔ دو لکھ  
کا کتا ہے۔ وہ یہاں آ کر رہے گا۔ چاہے کسی طرح  
بھی آتے۔"

میں اُس وقت عمارت کے باہر شور سنا لیا۔ اُن  
کے کان کھڑے ہو گئے:

"شاید۔ وہ آگی۔ کسی آوازیں اُبھریں۔"

"مودود۔ تم جا کر دیکھو۔ باہر کی گلزار ہے۔ فان

رخان پہلے ہی چیلک والے کرے میں موجود ہیں۔"

"بھی بہتر! اس نے کہا اور فوراً کرے سے چیلک  
چیلک والے کرے میں اسے خان رخان فری

پر پڑے نظر آئے۔ وہ جلدی سے باہر نکلا۔ باہر ملٹری  
ولے اپنے اپنے پہرے پر موجود تھے، یکن گلزار کوئی  
نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی چرت بڑھ گئی۔ اس نے  
ایک ملٹری یین سے پوچھا:

"یہاں شور کیسا گونجا تھا؟"

"شور نہیں تو۔"

"یکن، ہم نے تو اندر شور سنا تھا۔ محمود نے چرت زده  
انداز میں کہا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یکوں۔ اس میں نہ ہو سکنے والی بات یہ ہے؛"

"یہ کہ۔ یہ عمارت کمل طور پر ساؤنڈ پرودف ہے۔  
یہ باہر شور ہوا ہوتا تو اندر تھری پھر بھی شور نہیں سنائی دے  
سکتا تھا۔"

"اوہ! اس کے من سے یکلا۔"

"تب پھر شور عمارت کے اندر کیسی ہوا ہے؟"

"کہ کہ محمود نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔"

چیلک والے کرے میں داخل ہوا تو خان رخان اٹھتے  
نظر آئے:

"اوہ! آپ کون ہوئے گی انکل۔"

ہوں ! آگی :

ہوا کی تھا ؎ اس نے فدا کیا ۔

ہوا کیا تھا ۔ ادھ ہاں ۔ یاد آیا ۔ دُہ ۔ دُہ ۔

جا چکا ہے :

کیا !!!

حمدود زور سے آچھلا ۔

## دھماکا اور جم

ہاں ! دُہ اندر داخل ہوا ۔ میں نے بھرے میں  
کے دیکھا تو اس کا چہرہ وہ نہیں تھا۔ اور ہی  
تھا ۔ میں نے فدا اُس کی طرف پستول تان دیا ۔  
اور ٹھنڈھ اٹھانے کو کہا، لیکن اُس نے ٹھنڈھ نہ اٹھائے  
اور جوں کا توں کھڑا رہا ۔ میں نے اسے دھمکی دی کہ  
اگر میری دھمکی کا خاک بھی اثر نہ ہوا ۔ اور چھر میں  
نے گولی چلا دی ۔ گولی پڑتے ہی ایک شور سا گونجنا ۔  
دُہ شور میری بکھر سے باہر تھا، یکونک گولی پڑنے کی  
آواز شور کی آواز نہیں ہوتی ۔ اس کا پکھ بھی نہ بکڑا،  
اگرچہ گولی تھیک یعنے پبر لگی تھی ۔ نہ دُہ گرا، نہ  
اچلا ۔ نہ اس کے بینے سے خون اُبلتا نظر آیا ۔  
بس دُہ پر سکون انداز میں کھڑا رہا ۔ یہاں تک کہ

میرا پستول غالی ہو گی۔ ماری گویاں میں نے اس کے سینے میں آثار دی تھیں۔ اور پھر وہ ایک ایک قدم میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔  
لیکن میرے پیر گویا جامد ہو گئے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ میرے سر پر لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔

یہ کہ کروہ خاموش ہو گئے۔  
”آپ اس کا وہ علیہ بتا کئے ہیں، جو کہر کے بغیر نظر آیا تھا؟“  
”ماں! کیوں نہیں۔ میں اسے دیکھتے، ہی پچان لوں گا۔  
”آئیے پھر۔“ محمود نے کہا۔  
”ارے۔ وہ۔ وہ کہر کہاں گی؟“ خان رحمان چونکہ بولے۔

دونوں نے کہے میں کہر اچھی طرح تلاش کیا۔  
لیکن کہر کہیں نہ ملا۔

”اس کا مطلب ہے۔ مجھے بے ہوش کر کے وہ کہر لے کر چلتا بنتا۔“  
کافر خیز کوئی بات نہیں۔ کافر خیز ہال میں اسے تلاش کرنا کی مشکل ہو گا۔

”وہ اندر آئے۔ یہاں سب لوگ ساكت بیٹھے تھے۔  
غائب اس شور کی خبر سننے کے لیے بے چین تھے۔

”ہاں محمود۔ شور کیسا تھا؟“  
”شور کی وجہ صحیح میں نہیں آ سکی، لیکن جس شخص کو  
آنا تھا۔ وہ آچکا ہے۔“  
”کیا مطلب؟ انپکڑ جشید چونکے  
محمود نے انھیں تفصیل سنا دی۔

”لیکن ہم نے یہاں کسی کو اندر داخل ہوتے نہیں  
دیکھا۔ دروازے کے اندر کی طرف موجود دونوں نگران  
ایک ساختہ بولے۔  
”ہو سکتا ہے۔ وہ عمارت میں کہیں موجود ہو۔

اور ہال میں نہ آیا ہو۔“ خان رحمان بولے۔  
پہلے آپ ایک ایک چہرے کو دیکھ تو لیں۔ فاروق  
نے کہا۔

خان رحمان نے ہال موجود تمام لوگوں کو بغور دیکھا،  
پھر نفی میں سر ہلاتے ہوتے بولے:  
”وہ یہاں نہیں ہے۔“  
”خیز۔ ہم پوری عمارت کی تلاشی لیں گے۔  
پہلے ان لوگوں کو باندھ دینا چاہیے، تاکہ ہم بے فکر

ہو کر تلاشی لے سکیں۔

دوکنگ اور اس کے ساتھیوں کو مضمونی سے باندھ دیا گیا، پھر انھیں ایک کمرے میں ڈال کر پوری طرح میں اس شخص کی تلاش شروع ہوتی، لیکن وہ کمیں نہ ٹلا۔

تجھک ہار کر وہ پھر ہال میں آتے۔ سب بیچھے سوچ میں گم ہو گئے۔

اب ہم کیا کریں۔ کس سے اس سلسلے میں بات کر سکتے ہیں؟

سوائے اشارجہ کے ہم کس سے بات کر سکتے ہیں، ہم سب یہاں اشارجہ کی بدعوت پر ہی تو آتے ہیں۔

لہذا ہمیں اشارجہ کے ذمے دار لوگوں سے بات کرنا ہو گی۔ باہر بھرائی پر موجود ملڑی مینوں کے آفیرے اس سلسلے میں سب سے پہلے بات کی جا سکتی ہے: ملڑی آفیر کو اندر بلایا گی۔ حالات متاثرے گی، پھر انپکڑ جھیڈ بولے:

اب آپ ہمیں بتائیجئے۔ ہم کے دون کریں۔ یہاں آکر حالات کی بآگ ڈور بنھائے،

”ہم تو اپنے کمانڈو ہو تو یہ سارے حالات بتائیجئے۔“

ہیں۔ پھر جو وہ کہیں، آپ کو بتائیجئے ہیں۔ اس نے کہا۔

”پہلے۔ یہی کریں۔“

اس نے اپنے کمانڈو اچیف کو فون کیا، پھر رسپور رکھ دیا۔

انھوں نے متعدد آدمی سے فوری بات کرنے کا دعوہ کیا ہے۔ جلد ہی کچھ نکچھ اقدام کے جائیں گے، آپ لوگ اپنے اپنے کروں میں آرام کریں۔ جو ہنسی کوئی بات سانے آئے گی۔ آپ لوگوں کو خبردار کر دیا جائے گا۔

سب نے اٹھ کر اپنے اپنے کروں کا رُخ کیا۔ جس میں یک انھوں نے اس کمرے کا رُخ کیا۔ جس میں تینوں کو رکھا گیا تھا: ہم ان سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپکر جھیڈ بولے۔

”یہ ٹھیک رہے گا۔“

کمرے کا دروازہ کھولا گیا۔ جو ہنسی وہ اندر داخل ہوئے۔ دھک سے رہ گئے۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

دوکنگ اور اس کے ساتھی اس طرح غائب تھے، مجھے کھے کے سر پرے یہاں۔

یہ ایک اور ہوئی۔ ہم تو ابھی اس شخص کو تلاش کرنا پڑے گا۔ محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اور سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا بچکے ہیں!"  
"ہم اپنے طور پر پوری عمارت دیکھ دائیں۔ سب کو پیریشان کرنے کا کیا فائدہ؟ انپکٹر جمیڈ نے کہا۔  
انھوں نے پوری عمارت کا جائزہ لے ڈالا، لیکن روکنگ اور اس کے ساتھیوں کا کیس نام و نشان لے کر

نہ ملا۔

"حیرت ہے۔ انھیں زمین کھا گئی یا آسمان بیکھر لے گئی؟"  
"اس آدمی کے بارے میں کی خیال ہے۔ ہو سکتے ہے۔ جس جگہ وہ پہنچا ہو، وہیں وہ لوگ چھپے ہوں۔  
اور اس کمرے سے اسی نے ان لوگوں کو نکالا ہوا۔ فرزان نے سوچیں گم لجے میں کہا۔  
"ضرور یہی بات ہے، اس کے سوا کچھ کہا بھی وہ نہیں جا سکتا۔" محمود بولا۔

"سوال تو یہ ہے کہ وہ چھپے ہوئے کہاں ہیں؟"  
اب میں یہ بات لفین سے کہ سکتا ہوں کہ اسی عمارت کے نیچے کوئی تھا اور غیرہ ضرور ہے۔ وہ

لوگ دہان پھیپھے ہوئے ہیں اور جب ضرورت محسوس کریں گے۔ آ جائیں گے۔"

"جب تو ہم سب خطرے میں ہیں۔" پروفیسر داؤڈ چھرا کر بولے۔

"اس میں کیا شک ہے؟"

"جب تک اشارہ کا کوئی ذتے دار آدمی یہاں نہیں آ جاتا۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس وقت تک کے لیے ہمیں بھی اپنے کمرے میں بند ہو جانا چاہیے۔"

"یہ صحیح رہے گا۔ فاروق سنخے فوراً کہا۔"

"ایسی باتیں بہت پسند کرتی ہیں صحیح۔" محمود جل گیا۔

"آؤ آؤ۔ کمرے میں چل کر رو جگڑ لینا۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔" انپکٹر جمیڈ بولے۔

اور پھر وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ دروازہ انھوں نے اندر سے بند کر لیا۔ اسی وقت ایک کوارٹر گوئی:

"مجھے تلاش کر رہے تھے نا۔ اور میں اس وقت یہاں موجود ہوں۔ اپنے کمرے میں کیوں نہیں دیکھا جائے۔ پہنا اصول خود ہی بھول گئے۔"

وہ اچھل پڑے۔ انھیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے

بولنے والا بالکل سامنے موجود ہو، لیکن ان کے سامنے بھی نہیں تھا۔

”آپ کون ہیں اور ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔“  
کہیں آپ نے سیمانی ٹوپی تو نہیں سر پر رکھ لی۔ اگر بات یہی ہے۔ تو ایسی تین عدد ٹوپیاں ہمیں بھی دے دیں گے۔  
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”میں وہی ہوں۔ جو خان رحمن کی موجودگی میں اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے، ہی انھیں بے ہوش کی تھا اور اندر آ گیا تھا۔ یہ میں ہی تھا۔ جس کے پاس ساتھیوں کو اس کمرے سے نکالا۔ اور کوئی بات بنا دے چاہتے ہیں میرے بارے میں؟“ اس کے لمحے میں ساطھ تھا۔

”ہاں! کیوں نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ کا کیا ہے؟“

”مجھے بلیک سنگ کہتے ہیں۔“

”خن۔ نہیں۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”کیوں؟ اس میں نہیں کیا بات پہنچتی۔ کیا میں بلیک سنگ نہیں ہو سکتا؟“

”ہونے کو تو ضرور ہو سکتے ہیں، لیکن ہم بلیک“

کی آواز اچھی طرح پچانتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اب اپنی اصل آواز میں بات کروں گا۔“

”وہ چونک آٹھے، یونک یہ الفاظ اس نے اسی آواز میں کے تھے جس میں وہ پہلے ان بے طلاق تھا۔“

”ہاں! یہ وہ آواز ہے۔ اس کا مطلب ہے۔“

”ہمارا مقابلہ ایک بار پھر مستر بلیک سنگ سے ہے، یعنی مستر بلیک سنگ۔ کیا اس پادر آپ انشارج اور بیگان کو چھوڑ کر اس نئی مخلوق کے لیے کام کر رہے ہیں؟“  
”ہاں! میں ادھ کر بھی کیا سکتا ہوں۔ وہ مخلوق بہت جلد پوری دُنیا پر قابض ہو گی۔ لہذا اس کا ساتھ دینے میں ہی فائدہ ہے۔ اس عکومت میں مجھے شاندار جستہ ملے گا۔“

”خام خیالی ہے مسٹر بلیک سنگ آپ کی؟ انپکٹر جنید نے برا سامنہ بنایا۔“

”کیا مطلب؟ کیسی غلط فہمی؟“ اس نے چونک کو پوچھا۔  
”وہ لوگ اگر دُنیا پر قابض ہو گئے۔ تو آپ کو بھی باقی لوگوں کے پاس پہنچا دیں گے۔ اس وقت وہ آپ سے مدد یا نصیحت کی وجہ سے بھروسہ ہیں۔ ارب

لگو۔ یہ تو بتائیں۔ آپ ان کی زبان بکس کھڑے  
لیئے سہیں؟

"جس طرح ایک دُمرے کی زبان سمجھی جاتی ہے  
پہلے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ شلانگوں  
اور منہ سے کہا جاتا ہے، گھڑی۔ اس کے ساتھ اور  
دُمرے سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ اس چیز کو میغی  
گھڑی کو کی کہتے ہیں۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو جائے  
گا کہ گھڑی کو یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"یکن ایسا تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ چہرے  
کے درمیان رہنے کااتفاق ہو جائے۔"  
"مجھے انھوں نے اپنے درمیان پچھے ماں تک رکھا  
بیک سنگ نئے کہا۔

"اوہ، اچھا۔ ان کے منہ سے نکلا۔"

"ہاں! اور جب میں ان کی زبان اچھی طرح سمجھ  
گی تو انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔  
اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اصل میں انھیں ان  
دُنیا پر قبضہ کرنے کے لیے اس دُنیا کے آدمیوں کی  
خودوت اس لیے پیش کیا کہ زبان سمجھنے کا مدد صل  
نیں ہو رہا تھا۔"

ہاں! یہی بات ہے:

اور مٹر بیک لگ کر آپ نے ان کے لیے ہلام کرنا  
منفوڑ کر دیا۔ چرت ہے۔ انتارجہ کو بھی چھوڑ دیا۔

بیکل کو بھی۔

اور کیا کرتا۔ ان کے پاس ہے، ہی کیا۔ جو

ون وگوں کے پاس ہے:

اوہ، اچھا۔ کی پکھ ہے جلا ان کے پاس۔ اور  
آپ کو کیسے پتا چلا؟

چھے ماہ ان کے درمیان رہ جو ہوں۔"

ارے تو کیا۔ ان کے علاقے میں باکر رہے تھے؟

ہاں! اس نے فرمایا۔

اور ان کا علاقہ کہاں ہے؟

برفت کے اس پار۔ برفت کی ایک بست طویل  
واردی ہے۔ اس وادی کو عبور کرنے کے بعد ان کی  
آبادی آتی ہے۔ برفت کی وادی تک پہنچنا، ہی آسان  
کام نہیں ہے۔ ہماری اس دُنیا کے کل پُرزوے بالکل  
باجہ ہو جاتے ہیں:

میں والں ہو آیا ہوں۔ انپکڑ حشید مکراتے۔

آپ اور ہو آئے ہیں۔ نہیں نہیں۔ یہ غلط ہے۔

میرے علاوہ وہاں کوئی نہیں گی:

آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے مثبیک لگ۔  
انھوں نے خود مجھے وہ وادی دھکائی ہے، لیکن میں میں  
ایسا تھا:

جیرت ہے۔ انھیں ایسا کرنے کی کسی مزدروت تھی  
یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ اپنے  
جذبہ مسکراتے۔

جب آ جاتے۔ مجھے بھی بتا دیجیے گا:  
اب آپ لا کیا پرہ گرام ہے۔ آخر میں مغلوق  
اس قسم کے اجلاسوں سے بھلا کی خطرہ ہے؟  
خطرہ انھیں کوئی نہیں، لیکن وہ خبردار رہنا ضرور  
پڑے کرتے ہیں۔ اور یہاں ان کے خلاف کی کچھ  
کارروائی ہوتی ہے۔ یہ خبریں ان تک پہنچانا میرزا  
ہے۔ ساری دنیا پر قبضہ کرنا کوئی آسان کام نہیں

ہوں۔ نیز۔ آپ کا ارادہ کیا ہے؟  
آپ لوگوں کے منصوبوں پر پانی پھینا۔ آپ  
ناکامیوں کا تحفہ دینا، ہی میرا کام ہے۔ آپ وہاں تک  
تو کیا۔ یہاں ہی اجلاس نہیں کر سکتے۔ دیکھ نہیں رہے  
میں آپ لوگوں کی نظروں سے اوچل ہوں۔

ہیں؟

اور آپ نظروں سے اوچل کس طرح ہیں؟

یہ کام ان کے لیے بہت آسان ہے۔ انھوں  
نے مجھے چند گویاں دی ہیں۔ ایک گولی من میں رکھ  
یہ۔ دوسروں کی نظروں سے غائب ہو جاؤ۔  
دراصل جب ہم گولی من میں رکھتے ہیں تو جسم سے کچھ  
ریز خارج ہونے لگتی ہیں۔ یہ ریز ان شاعروں کے  
راستے میں آ جاتی ہیں جو دیکھنے والوں کی آنکھوں سے  
خارج رہتی ہیں۔ یہی شاعریں جب کسی وجود سے  
نکراتی ہیں تو دیکھنے والا اس وجود کو دیکھ دیتا ہے،  
لیکن۔ ان گویاں سے پیدا ہونے والی شاعریں آنکھوں  
ہے لکھنے والی شاعروں کو روک لیتی ہیں۔ لہذا وہ  
وجود نظر نہیں آتا۔ میسا کہ میں آپ لوگوں کو نظر نہیں  
آ رہا ہوں۔

ہوں؛ ہم سمجھ گئے۔ پروفیسر داد روزا۔ لو۔

لیکن ہم آواز کلانٹ نے کر فائز تو کر سکتے  
ہیں آپ پر۔ فرزانے کہا۔

اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس لیے  
کر گولی میرے جسم سے محاجاے گی، یہی نہیں۔ یہ کام

بھی وہی شعایر کریں گی۔  
ان عالات میں ہم بھلا آپ کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے؟  
”میں بھی تو یہی کہ رہا ہوں۔ یہ آپ لوگوں کے بھی کا روگ نہیں۔“  
”تو کیا دُنیا پر ان کا تبضہ ہو جانے دیں؟“  
رحان نے چھلنا کر کہا۔

”اور آپ کہہ کی سکتے ہیں؟“ اس نے ہنس کر کہا۔  
”ہماری خواہش ہے۔ آپ ہمارے سامنے آئیں۔“  
”مجھے دیکھنا چاہتے ہیں؟“ وہ بولا۔  
”اہ!“ انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

”اچھی بات ہے۔ میں گولی منہ سے نکال رہا ہوں۔“  
اچانک انھیں بیک لگ نظر آنے لگا۔ قمع دا قعی بید  
لگ تھا:

”وہ یکمروہ آپ کے پاس ہے تاہم فرزانہ بولی۔“  
”تت۔ تم۔ بہت شریر ہو۔“ بیک سنگ بہنا۔  
”جی کیا مطلب۔ کیا صرف یہ سوال کرنے سے یہ  
بہت شریر لگنے لگی آپ کو؟“ فاروق کے بھی میں میرت  
در آئی۔“

”نہیں۔ شریر تو یہ بھے پستے روز سے لگتی ہیں، لیکن

یہیں وقت جو بات انھوں نے کی ہے۔ وہ سونے پر  
لگتا ہے۔“

”اب یہ یکمروہ بھج سے لے کر میرا ہی چہرہ اس کے  
ذریعے دیکھنا چاہتی ہیں۔ تاکہ معصوم ہو جائے کہ میں اسی  
ہوں یا نقلی۔“

”اوہ!“ ان کے مز سے نکلا۔ فرزانہ شرم لگتی۔

”بُری بات ہے فرزانہ۔“ ان پکٹر جہش نے اسے گھورا۔

”اس میں بُری بات کیا ہے۔ یہ میں یکمروہ۔“ اس  
نے کہا اور اپنے کندھ سے سے لکھے ہوئے بیگ میں  
ہے یکمروہ نکال کر اس کی طرف بڑھا۔ فرزانہ نے جلدی  
سے یکمروہ لے یا اور اس کے ذریعے بیک لگ کو دیکھا:  
”اے بیک دے۔“ تو شوفی صد اصلی بیک  
لگ ہیں۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

”یکن یہ بات بھجہ جس نہیں آئی کر۔“ گولی تو صرف  
پکڑنے میں رکھتے ہیں۔ بیک کے جسم پر موجود پکڑتے

ہیں۔ بیک تو ہمیں نظر آتا چاہیے۔  
”شعایر جو اس گولی کے مز میں رکھنے کی وجہ سے

نکتہ ہیں تو وہ پکڑوں میں سمجھے، ہی نکلتی ہیں اور اس

ہیں سے بھی۔ لہذا یہ کیسے نظر آئیں گے؟

"ہوں! آپ ایسی گولی ہمیں نہیں دے سکتے؛ قاتل

نے حرث زدہ انداز میں کما۔

ضرور لے یہیں۔ لیکن آپ اس گولی کو

دکھ کر میری نظر دل سے پھر بھی او جمل نہیں ہوا۔

"وہ کیوں؟"

"اگر یہ گولیاں دو آدمیوں کے مذہبیں ہوں تو ان کی

شعاعیں آپس میں ٹکرا کر اپنا اثر ان دونوں کی

یہیں کھو دیں گی۔ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے

لیکن اس وقت بھی دوسرے انھیں نہیں دیکھ سکیں گے۔

"پلیے خیر۔ تم آپ کے لیے غائب ہمیں ہو چکے

گے۔ غائب ہونے کا مزا تو چکھے سکیں گے۔

"میں گولی دیے دیتا ہوں۔"

اس نے ایک بار پھر بیگ میں ہاتھ ڈالا۔ اس

میں سے ماچھی کے رابر ایک ڈبیا نکالی اور ڈبیا

میں سے ایک گولی نکال کر فاروق کو دے دی۔

"دو تھنے آپ کے ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گے۔"

محمود سکرایا۔

۔ یہ مطلب۔ کیا یہ کھرہ بھی آپ اپنے پاس رکھا  
ہے ہیں؟ جیک سنگ گھبرا گی۔

پروفیسر داؤڈ نے اس کھراہٹ کو خاص طور پر  
خوب کیا اور انہوں نے کھرہ فودا فرزان کے ہاتھ سے  
لے یا۔

۔ نہیں مژہ بیک سنگ۔ یہ آپ کی چیز ہے۔ آپ

ہی اپنے پاس رکھیں۔ ان پکڑ جائید بولے  
خکریا! آپ ووگ دیجئے بہت اچھے ہیں۔ آپ کو  
دشمن سمجھنے کو جو نہیں چاہتا تھا، لیکن شاید ہم صرف  
اور صرف دشمنوں کے طور پر ہی مل سکتے ہیں:

۔ یہ ضروری نہیں مژہ سنگ۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں  
اوور ہمارے ساتھ چل کر ہمارے ملک میں رہیں تو  
ہم آپس میں بھائی بن کر علیس گے، ہمیشہ۔

۔ کی فائدہ۔ مسلمان بننے کا؟ اس نے مذہ بنایا۔

۔ کیوں کیوں۔ یہ آپ نے کی بات کی؟

۔ پوری دنیا پر تو اس نئی مخلوق کا قبضہ ہونے والا  
ہے۔ ہیں کیا کروں گا مسلمان ہو کر۔

۔ پلیے قبضہ نہ ہونے کی صورت میں مسلمان ہو جائیے گا۔  
یہ رے خیال میں ایسا ہو گا نہیں۔ کیونکہ قبضہ ہونے میں اب

کوئی دکاٹ نہیں پڑے گی یہ ہو کر رہے گا۔"

"پروگرام کیا ہے؟ پروفیسر داؤد ہو لے۔ ساتھ ساتھ  
وہ اس کیمرے کا بخور جائزہ بھی لے رہے تھے۔

"آپ یہ کیمرہ تو مجھے دے دیں نا۔ اس نے قدرت  
بے پیش ہو کر کہا۔

اچانک پروفیسر داؤد نے کیمرے کا ایک بھن دبا  
دیا۔ ساتھ ہی بیک لگ چلایا:

"ذکر یہ یہ میں اس کی بخش میں یہ ایک دھماکے کے سلے دب  
کر دے گئی۔

## آہنا سامنا

دھماکے کی آداز نے پوری عمارت پر نزلہ ساطاری  
کر دیا۔ عمارت یوں رزنه لگی جیسے اب گری کو اب  
گری۔ سب وگ بوکھلا کر اپنے کرول سے نکل آئے  
اور باہر کی طرف بھاگے۔ ادھر اس کمرے میں جس  
میں دھماکا ہوا تھا۔ گھری نیلگوں روشنی پھیل گئی اور  
بجودشی اس کیمرے سے کسی طارق کی طرح نکل رہی  
تھی۔ اس روشنی میں نہا گئے۔ اگرچہ روشنی سیدھی  
پڑ رہی تھی، میکن وہ پورے کمرے میں کسی گیس کی  
طرح بھر گئی تھی۔ اور اس کے ناتھ ہی انہوں نے  
اپنی جان نکلتی محسوس کی۔ دوسرے ہی لمحے بیک لگ چکے  
کہ نہ میں وکھلی اور ان کی نظرؤں سے اوچھل ہو گیا۔  
تجھوڈ۔ فدا گول نہ میں رکھ لو۔ اس صورت میں تم  
ذرا سے دیکھ سکو گے نا۔ پروفیسر داؤد چلاتے۔

بہت بھلے خیال آیا اپنے تکم کلام کا۔ فاروق مکرا یا۔

یکھرے کامن آفت کر دیں۔ درد یہ نیلی روشنی

کیس کامنیں چھوڑ دے گی۔

یہی تو شکل ہے۔ اب میں آن نیں ہو رہا تھا۔

مادے گئے پھر تو۔ اپکڑ جشید بوکھا اٹھے۔

اور ان دکھن کر تو دکھن۔ سب کے سب باہر بھاگ

جئے۔ کسی نے ہماری خرچک لینے کی کوشش نہیں کی۔

اوہ اس زلے سے ڈر رہے ہیں۔ زلہ دیگے گا

تو انہوں نہیں گے۔

اس وقت تک ہماری حالت فوجانے کی ہو گئی

گی۔ پروفیر داؤڈ بولے۔

تو آپ اس یکھرے کی روشنی کسی اور بُن۔

ذریعہ کافت کرنے کی کوشش کریں نا۔

سارے بُن دبا کر دیکھ جکڑ ہوں۔ تم ایک بُن

بھول رہے ہو۔ پروفیر داؤڈ مکراتے۔

اور وہ کی؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

واغہ بیک سنگ اس بُن کے دبنے پر چلا گئے۔

اگر تسلی روشنی کسی بُن کے دبانے سے آفت

ہو سکتی تو اسے اس قدر خوف کھانے کی ضرورت ہرگز

یکن انکل۔ میرا ہاتھ من کی طرف نہیں آتھا۔

نے بوکھا کر کہا۔

صد ہو گئی۔ امرے بھائی۔ اگر ہاتھ من کی طرف نہیں آٹھ رہا تو من کو ہاتھ کی طرف بہا۔ فاروق نے جعل

کہا۔

سیچ بھی نہیں ہو رہا۔ اس نے بے چارگی کھائیں کہا۔

کہا۔

دھت تیرے کی۔ تم سے کچھ نہیں ہو گا۔ لاڈھیں

بھجے دو۔

یہی تو شکل ہے۔ تھیں کس طرح گول دیکھے۔

ہاتھ جو قیس اٹھ دے۔

کہیں میرا ہاتھ۔ تم پر اٹھ جائے۔ فاروق تھا۔

کر بولا۔

اگر تم ہاتھ اٹھا رہا۔ گول اس کے ہاتھے لے

کیوں نہیں لیتے۔ اپسرا جھنے جل کر کہا۔

فاروق نے یہ کوش کی، یکن ناکام بہا۔

بس۔ ہوا، ہو گئی۔ ہمارا دیکھی اور۔۔۔

نے طنزیہ لجھے میں کہا، پھر چونک کر بولا۔

اور یہ۔ تم نے میرا تکم کلام کیوں بولا؟

نہیں تھی اور نہ یہاں سے بھاگنے کی ۔ لیکن نہیں فوجیہ کی  
اس نے پہلا کام یہ کیا تھا کہ گولی کھالی تھی ۔  
پھر کمرے سے نکل گی تھا ۔ ابھی نیلی روشنی اس  
پر نہیں پڑی تھی ۔ یکونکہ کیرے سے نکلتے ہی نیلی  
روشنی پستے دیوار سے ٹھکانی تھی اور پھر پورے کر  
میں پھیل گئی تھی ۔

”تب پھر ۔ آگر اس نیلی روشنی سے نجات کر  
طرح حاصل کی جائے ۔ اب تو ہم یہیں کھڑے رہنے  
کی بھی سکتے نہیں رہ گئی ۔ وہ بولے اور گر گئے ۔  
ان کے بعد یہ کے بعد دیگرے وہ سب گرت  
کیمروں پر دیفرینڈ اور کے لاتھ سے نکل گیا ۔ عین اس وقت  
عمارت کا زلزلہ رک گی ۔

”اس کا مطلب ہے ۔ عمارت میں زلزلہ اس  
روشنی کی وجہ سے نہیں آیا ۔ ورنہ رک یہوں کر لکھتا تھا  
جب کہ روشنی ابھی تک آ رہی ہے ۔“

”زلزلہ اس دھماکے کی وجہ سے تھا جو شن دبنتے  
ہی ہوا تھا۔ پر دیفرینڈ اور کے لاتھ  
ہی ہوا تھا۔“

”عین اس وقت دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں  
اور چند متری میں آتے نظر آئے ۔“

”خیار ۔ آپ لوگ اس کمرے میں داخل ہونے کی

کوشش نہ کیجیے گا ۔“ وہاں آپ لوگ بھی ہماری طرح  
بچے کار ہو جائیں گے ۔

”بھی ۔ کیا مطلب ہے؟“

انھوں نے نیلی روشنی کے بارے میں اخیں بتا دیا ۔

”اوہ ۔ اب ہم کی کریں ۔“

”باہر رہ کر ۔ اس روشنی کی زد سے بچ کر، یہیں بھی  
طرح باہر کچھ ہیں ۔ ہمیں میکوں میں آجھا کر یا اسکی ہافس  
وغیرہ کی مدد سے کچھ سکتے ہیں ۔ وہے رسی سے یہ کام  
آسان رہے گا۔“

”اس آدمی کا پتا چلا یا نہیں؟“ ان میں سے ایک  
کھپڑچا ۔

”اُن یہ سارا کیا دھرا اسی کا تو ہے۔“

”بچے الام نہ دیں ۔ کیرے کا بیٹھن پر دیفرینڈ اور کے  
لایا ہے ۔ بیک سنگ کی آواز کمرے کے باہر سے سنائی  
دی، لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔“

”اوہ بے باپ رہے ۔ یہ کون ۔“ وہاں تھا ۔ باہر موجود  
وگ تم صرکا پنچے گے۔

”واقعی ۔ انپکڑ جھیڈ ۔ آپ اور آپ کے ساتھی بہت  
اوہ چند متری میں آتے نظر آئے۔“

دیر ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھیے، کس طرح کانپ رہتا ہے۔

میں۔ بلیک لگ کی آواز سنائی دی۔

اس نیلی روشنی کا علاج بھی تو بتائیں۔  
کوئی علاج نہیں۔ جب تک یکسرتے کے سیل غمز

سین ہو جاتے۔ یہ خارج ہوتی رہے گی۔

حمد ہو گئی۔ آت کرنے کا کوئی طریقہ اس میں  
دون نہیں لکھا تھا۔

یہ اس میں نقص رہ گی۔ یا پھر اس نئی مخلوق کی اس

لگن کوئی مصلحت ہو گی۔ لغفر انہیں دیوں کی مدد سے باہر نکالا گی۔  
والے کمرے کو بند کر دیا گی۔

ایک بات واضح ہو گئی۔ فرزاد نے سرگوشی کی۔  
اور وہ کیا؟

بلیک لگ نظر آئے پا د نظر آئے۔ اُن بیٹیاں  
سے مخنوڑ رہنے کا طریقہ اس کے پاس بھی نہیں ہے۔  
یا ہم اس پر نیلی روشنی کا دار کر سکتے ہیں۔

ہاں! شجیک ہے، یہکن کس طرح ہے پہلے، میں بھی

تو اس نیلی روشنی سے بچنے کی ترکیب کرنا ہوگی۔  
اور اس قسم کی نیلی روشنی سے سابقہ آپ

کے پہلے پڑھکا ہے۔ آپ اس کا توڑ دریافت کر

سکتے ہیں۔ اس نیلی روشنی میں اور اس نیلی روشنی میں ہو  
کر سکتے ہیں، بہت فرق ہو۔ کونکر وہ نیلی روشنی ہم میں  
لوگوں کی حیاد کردا تھا۔ جب کوئی بھی اس نئی مخلوق  
نے تیار کی ہے۔ پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔  
کونکر اس نیلی روشنی کا توڑ تو میری جیب میں موجود  
بھی انہوں نے کہا۔

بیک پھر آپ نے اب تک اس کا توڑ کی کیوں  
نہیں؟  
اُنھوں نے کے قابل رہا کہا۔ انہوں نے  
سامنہ بنایا۔

بھیجا مطلب ہے۔ اب تو آپ اس قابل ہیں نا۔  
اوہ ہاں! یہ کہ کر انہوں نے جیب سے ایک دل  
نکالی اور اس میں سے ایک گولی نکال کر من میں رک  
لی۔ پھر وہ نیلی روشنی والے کمرے میں داخل ہو گئے۔

یہی ان کی آواز سنائی دی۔  
وہ برا جمیل۔ اب یہ نیلی روشنی مجھے کچھ بھی نہیں  
کر رہی۔

دیں۔ محمود چلا یا۔

اسے چلاتے سن کر سب حیرت زده رہ گئے۔  
فوری طور پر اس کے چلانے کی وجہ کسی کی بحکم میں  
ہے سکی۔ یعنی پھر انپکڑ جمیٹ اور پروفیسر داؤڈ فوڑا کر  
گئے۔ پروفیسر داؤڈ نے ایک گولی فوڑا محمود کی طرف  
اچھال دی۔ محمود نے گولی منہ میں رکھی اور اس کے  
کی طرف چلانگ لگا دی۔ فوڑا ہی اس نے یکمہ اٹھایا  
پھر وہ دوسرا گولی منہ میں رکھ لی۔

دوسرے ہی لمحے میں غائب ہو گیا۔ انہیں  
کی نظریں سے۔ نیلی روشنی بھی غائب ہو گئی۔ لہم  
محمود نے چاروں طرف نظری دوڑائیں تو بیک سنگ  
بھاگتا نظر آیا۔ وہ اس طرح دوڑ رہا تھا۔ یہی موت  
اس کے تعاقب میں ہو۔ محمود جان توڑ کر اس کے  
پیچے بھاگا۔

نیلی روشنی میں بیک سنگ نیسی ٹھہر کتا تھا۔  
اپنی گولی کی مدد سے وہ دوسروں کی نظریں سے اوجل  
تھا، یعنی محمود اب اسے نہ صرف دیکھ سکتا تھا۔  
بلکہ نیلی روشنی کے ذریعے اسے نقصان بھی پہنچا سکتا تھا۔

اسی لیے وہ بیک سنگ کا بے تھا شہر تعاقب کر رہا تھا۔

اس نے اپنے پیچے دوڑتے قدموں کی آواز سکھی۔

ساتھ ہی انپکڑ جمیٹ کی آواز اس کے کافوں سے ڈھونا تھا۔

محدود۔ تم دوڑ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گے۔

لہذا دوڑوں گویاں اور یکمہ مجھے دے دو۔ بہر حال

تعاری پال بہت زبردست رہی۔ بیک سنگ کو

سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے پر محدود کر دیا تم نے۔

یہیں مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔ کس طرح بھاگا

جاء رہا ہے۔ بھیڑ بکریوں کی طرح۔ انپکڑ جمیٹ نے

جلدی جلدی کہا۔

محدود نے فوڑا گویاں منہ سے نکال کر ان کی

طرف بھر چاہا دیں۔ فوڑا ہی نیلی روشنی کی وجہ سے

اس پر کمزوری طاری ہو گئی۔ ادھر انپکڑ جمیٹ

گویاں منہ میں رکھ پکے تھے۔ اور یکمہ بھی اُسما

پکے تھے۔

اب وہ محمود کی نظریوں سے غائب ہو چکے تھے،

اخنوں نے اس سمت میں دیکھا۔ جس سمت میں

بیک سنگ بھاگا جا رہا تھا۔ وہ دوڑ دوڑ سکنے نہیں

نہ رہا۔ اتنی سی دیر میں وہ نظریوں سے اوجل۔

ہو چکا تھا۔

انھوں نے بہت دلداری اور اس قدر تیز پڑھ کر سی بھی دوڑھے ہوں گے۔ دُور بہت دُور پڑھنے کی گواز سنی۔

فوراً دائیں بائیں دیکھا۔ فہل ہر طرف کاریں کھوئیں۔ انھوں نے فوراً ایک کار کا دروازہ کھوا۔ اس میں بیٹھے اور کار ہوا ہو گئی۔

دُوہ متسل رنام بڑھاتے چلے گئے جیسا حال تھا۔ کر اگلی کار نظر آئے گی۔ ان پر جوش خلاصہ

گی۔ حالت جزویں جیسی تھی۔ بس ایک بھی دم تھی۔ اس طرح اس تک پہنچ جاؤں لور اسے نیل دہ کی زد میں لے گوں۔ آدم گھنٹے ایک کار کو کوئی ہبوا میں اڑانے کے بعد کیس جا کر دُوہ بیک کی کار سے آگے نکل جانے کے قابل ہوئے۔

انھوں نے فوراً گاڑی ترچھی کی اور روک دی۔

مشہد بیک گلگ۔ آج تم ہار گئے۔ آج کا نہ یاد رہے گی۔ تھیں تھارے، ہی تھیار ہے شکر رہے ہیں ہم۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انھوں نے نیل دہ

کی طرف کر دی۔  
”نہ۔ نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہ کریں۔“ بیک گلگ نے  
کھپڑ کر کہا۔

”اور میں ایسا کیوں نہ کرو۔ یہ آپ ہمارے دوست  
ہیں؟“ انپکٹر جشید بولے۔

”دوست نہ سمجھی۔ دشمن ہوتے ہوئے سمجھی۔ تو میں  
کچھ آپ لوگوں کے ساتھ بھرا سلوک نہیں کی۔ اس نے کہا۔  
آپ میرے ذاتی دشمن ہوتے تو میں ضرور چھوڑ  
دیتا، لیکن یہ معاملہ ہے پوری کوئی کام کے ان دونوں کا۔  
خاص طور پر مسلمان ملکوں کا۔“ دُوہ بولے۔

بیک گلگ کے ہاتھ پیر ڈھیسے پڑنے لگے۔ دُوہ  
لار کی سیٹ میں بے دم سا ہو گی۔ ایسے میں یاہ  
گلگ کی ایک کار وہاں آ گر ڈکی۔ کار نے ہارن  
ڈیا۔ انپکٹر جشید نے چونک کر ادھر دیکھا۔ اور پھر  
ان کی آنکھوں میں خوف سماگی۔ کار سے نئی مخلوق  
خونز کر ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بیک گلگ نے  
سمی ہیں مخلوق کو دیکھ لیا۔ دُوہ بلند گواز میں بولا،  
”دُوہ مارا۔“ انپکٹر جشید۔ اب تم کیا کرو گے؟“  
انپکٹر جشید نے کہرے کا رخ فوراً اس مخلوق کی

طرف کر دیا -

۲۲۴

"اے! ان لوگوں کی ہی تو یہ روشنی ایجاد ہے۔  
اور آپ انھی پر آذما رہے ہیں۔" بیک سنگ نے انداز میں کہا۔

تو آپ چکنے کے قابل ہو گئے: انپکٹر جمیڈ لے  
تھی خلوق نسلی روشنی میں تھا گئی، میکن وہ ان کی  
طرف ایک ایک قدم بڑھتی رہی۔ گھوایا نسلی روشنی نے اس  
پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

انپکٹر جمیڈ ڈرتے ڈرتے انداز میں پچھے ہٹنے لے۔  
بیکر تو ہے انپکٹر جمیڈ۔ آپ بُزدُون کی طرف  
چھپے کیوں ہٹ رہے ہیں؟

"میں تو مرد چھپے ہٹ رہا ہوں۔ آپ تو جاگ  
رہے تھے۔ شرم آپ کو مگر نہیں آتی۔" انپکٹر جمیڈ سے  
سکرا کر کہا۔ ایسے میں خلوق ان کے باکل زنگی  
گئی۔ ساتھ ہی اس نے بیک سنگ کی طرف نکل کر  
پکھ کر کہا۔ اس نے بھی جواب دیا، پھر بولو:

"پتا ہے۔ اس نے کیا کہا ہے؟"  
سنگ کے میں انپکٹر جمیڈ کی گردان مردڑ کر اس

۲۲۵

جسے

کے یہے غافل کر دے یہوں:-  
جسے یہرے یے کوئی خوفناک خبر نہیں ہے۔ انھوں نے  
کہا اور پھر بھرہ ایک طرف مکہ دیا۔ اس طرح کہ اس کی

لہجے

لشی کم از کم بیک سنگ پر تو پہنچتی رہے۔  
اب وہ اس خلوق کے سامنے کھڑے تھے اور خلوق  
ان کے سامنے یعنی اس وقت ایک گاڑی اور وہاں  
بکریوں کی۔

ہس نے کیا کہ مسٹر بیک کنگ؟

تم اب یہ کرنیں جا سکتے ہیں۔

یہ تو انہوں کو معلوم ہے۔ ان محترمہ کو کیا بتائیں؟

مختصرہ نسلیں۔ مختصرہ نسلیں۔ ملک سنگ بندا۔

کیا سے پوچیں۔ کیا یہ بھروسے مقابلہ کرنا چاہتا ہے  
پاکِ محمد نویں۔

"اُن : بالکل - یہ تو ماف ظاہر ہے۔"

اگر بھی اس سے کوئی مقابلہ ممکن نہ ہے۔

لے تھاں ہوئے

لے کر خیز فوج میں نہ رکھا۔ آپ

پسر میشد - می گوییم که این را بگیر

نگین خانه

اپی بات ہے۔ یہ رہوں گا حسون میں یہ کہہ سکتے ہیں۔

بے کر کے فاتح اور نیک رہا۔

— بھی بھی علط بھی میں رہ لیتا ہوں۔

-4-

بیشتر اس سے مجھے مقابلہ کرنے دو۔

و فیر داؤد بلوے۔

شکار

انپکڑ جمیل نے دیکھا۔ اُنے والے ان کے ساتھی تھے:

خیرت تو کے جھٹکے

لہاں! اس وقت تک خیریت ہے۔ میں نے بد کیلگری کو بکھر لایا تھا۔ نے، پوشنگ کو محروم کیا۔

بے بس ہو گی تھا، میکن اس کی مدد کریں تھیں لہذا

— 5 —

اوہ ان بھے رہے ایک ساعت میں

اور یہی روئی اس کا پھر یہیں بنا دہی۔ اس اور

بُوڑا ایکھوں لے

پی ہے:-

ہوں ! خیر۔ اب کیا پروگرا

بھی۔ آپ مقابل کریں گے؟

ذویے اس کا مخالف کرنے کی کوشش کر سکتے ہوں۔

”نہیں پر وہ فیر صاحب۔ پڑے بھے یہ اندازہ کر لینے دیں کہ اس کے مقابلے میں نہیں کہتے پانی میں ہوں۔“  
”ایچھی بات ہے۔“ بیسے تعدادی مریض، لیکن اتنا خیال رہے۔ تعدادے یہ سد دوسرے حلواں ثابت ہو سکتے ہے۔ پر وہ فیر داؤ دیوڑے۔

”میں خیال دکھون گا۔ آپ بخوبی کریں۔“  
”لیکن انپیٹر جنید۔ آپ اگر اس ایک مقابله کسی دن کی طرح سر بھی میں۔ تو یہ فائدہ ہو گا۔ یہ تو محروم کی تعداد میں نہیں۔“

”مسلمان صرف اور صرف اپنے اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ دین فتح پاتا ہے یا شکست۔“

”یہ کیا بات ہوں۔“ اگر فتح پانے کی آدمیوں نہ ہو تو کوئی فوج بھی فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ پر وہ فیر داؤ دنے کہا۔

”آپ غلط سمجھے۔“ کتنے کا مطلب یہ کہ مسلمان کو فتح ملے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی رحمت کے لیے یہ کام کیا اور اللہ نے اسے فتح دی۔

”رکے شکست ہو جاتی ہے تو سب رکتا ہے اور رکھتا ہے کہ وہ وہ افراد کی رفتار کے لیے ضرور تھا اور کہ اپنی ذات کے لیے نہیں نہیں نہیں فتح است کی۔“

”جون، وہ بات لمحک نہیں۔“

”لہذا میں اس سے مقابلہ کر دیں گا۔“ فتح و شکست افراد کے لاقر ہے۔ باقی رہی بات محروم کی تعداد کی۔ جب ان سے مقابلہ ہو گا، دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ رہی ہے کہ ہم شکست کھا جائیں گے۔ موت کے لحاظ آٹر جائیں گے۔ تو یہ ہے۔  
”شو شانگ جائیں گے۔“ کی محدود غائبی۔

”اس نے کی کہا؟“  
”مکروہ ہے۔“ تم مقابلہ شروع کرتے ہو یا میں وار کروں۔“

”ایک منٹ۔ میں ابھی مقابلہ شروع کرتا ہوں۔“

”کہ کہ انپیٹر جنید جنہے قدم پہچے ہے۔“

”کی۔ آپ تو یچھے سمت رہے ہیں۔“

”اگر اس خودوں سے مقابلہ ہے فرا اور انداز سے کرو ہو گا۔“ وہ اپنے اس آفاس سے کہو۔ بھر پر ملا کرو۔

"اچھی بات ہے۔ یہ کہ کہ بیک لگنگ نے مخلوق سے پچھا کر۔

مخلوق کا تراں سا کھلا۔ شاید وہ ہنسی تھی۔ آواز بھی مٹانی دی تھی، میکن از کم اس کو ہنسی کی آواز تو کہا نہیں جا سکتا تھا، پھر مخلوق بست تیری سے ان کی طرف بڑھی۔ اس کی تیری کو دیکھ کر انپکٹر جیشید کو بھی پھر آگئی۔ انھوں نے ایک طرف دوڑ گئی دی۔

"یہ۔ یہ کی انپکٹر جیشید۔ آپ تو بھاگ رہے ہیں۔" نہیں۔ یہ جھاگ نہیں ہے۔ مُتابطے کا انبلاز ہے۔ "اچھی بات ہے۔ دیکھتے ہیں ہمیں اس مُتابطے کو بیک لگنگ نہ کرایا۔"

انپکٹر جیشید نے ہلدہی مخصوص کر دیا۔ وہ دوڑ گئی بھی اس مخلوق کا تابدہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ صرف ایک منٹ بعد دوہماں فاصلہ بالکل ختم ہوئے کے قریب ہو گیا تھا۔ انپکٹر جیشید نے ذرا انظر حملان مخلوق ان کے سر پر پیخ پکلی تھی۔ اور ایک چھلانگ کا کر ان پر آسکتی تھی۔ ایسے میں انھوں نے فرزانگی کی ہے تابادہ آداز ہنسی۔

"اپا جان بچھے۔"

"خاموش رہو فرزان۔ وہ غرائی۔"

فرزان سہم گئی۔ اس سے اس قدر خوفناک بچے میں انھوں نے بھی بات نہیں کی تھی۔ دوسرا بات یہ کہ اس غرائی کا مطلب یہ تھا کہ وہ پوری طرح ہوشیار ہیں۔ اچانک وہ بچے گرے۔ مخلوق جو یہیں ان کے بچے تھی۔ اپنی جھوک میں فوراً شرک لگی۔ ساتھ ہی انپکٹر جیشید کی ٹانگ قدرے اُٹھ گئی۔ مخلوق کا سدا وزن اس ٹانگ پر آیا اور وہ دوسری طرف الٹ گئی۔ د صرف الٹ گئی۔ بلکہ لاٹھتی چلی گئی۔ دوسری طرف گھری کھائی تھی۔ آن واحد میں وہ اس کھائی میں گری اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"وہ مادا۔ خان رحمان چلتا۔"

"کمال ہو گیا۔ بیک لگنگ کے منہ سے نکلا۔"

"تو آپ اس کھائی کو پہنچے ہی دیکھ پکے تھے ہم۔"

"اُن لیکن یہ مخلوق اس کھائی سے بے خبر تھی۔"

"ہزا آس گی۔ خان رحمان دوئے۔"

اب سب دو گ اس کھائی کے کارے بچع ہو گئے اور بچے دیکھنے لگے۔ کھائی یکڑوں فٹ گھری تھی۔

اور مخدوق ایں لیکن ہیں جو کسی بھائی کو بخوبی دیکھا دے۔ بھائی گئی۔  
” دیکھتے کے یہے اگر اب بھائی کو بھی خوبی دیکھا دے۔  
عکس پااس ڈھین جوئی چاہیے۔ انکلپر جیتے۔  
” ہم سے پااس ڈھین ہے۔

پروفسر جاکو نے کہا اور ڈھین عکال کر اس کی  
طرف بڑھا دی۔ اب بھائی نے بادی بھائی ڈھین  
آنکھوں سے لگا کر بھائی کو دیکھا شروع کیا۔  
” وہ آؤ پر چھٹنے کی کوشش کر رہی تھی، میکن گوپہ سے جان  
اس قدم آسان ۲ام نہیں تھا۔ یہ قریباً حمودی کھانی  
تھی۔ ایسے تین انکلپر جیتے نے اعلان کی۔

” اب اس پر پتھروں سے نشان بازی کی جائے  
گی۔ تاکہ ہعلوم ہو سکے کہ یہ کس قدم سخت جان ہے۔  
” اور اس کے بعد اس کی لاش کا پوست مانگ  
کریں گے۔ تاکہ اس کی حقیقت ہعلوم ہو سکے۔  
” ٹیک ہے۔

آنکھوں نے پتھروں کی بادش شروع کر دی۔ پتھر  
کی دہان کی تھیں تھیں۔ اور ڈھلوان میں پتھر گراہ  
بچھ بھی مشکل تھیں۔ تاہم نشانے پر بہت کم

” پتھر لگ بپے تھے۔ کوئی دوہماںی خاصہ بہت  
زیادہ تھا۔

” تین ڈھدریں میں دیکھ کر نشانہ لگاتے کی کوشش  
بھائی نہ کروں۔ عان رحمان ہوئے۔

” یہ پتھر بھی کر دے۔ انکلپر جیتے۔

آنکھوں نے ڈھدریں آنکھوں سے لگائی۔ مخدوق کا  
نشانہ یا اور دونوں آنکھوں میں بچھا ہوا ایک بڑا  
بھاری پتھر اس کے سر پر دے مارا۔

پتھر اس کے سر پر لگا۔ مخدوق اس نے مجھے اسی  
تھیڑی اور ٹھٹھ دی۔

” ہو۔ ملا۔ اس مخدوق کو ملنا تو کہ بھی شکل تھیں  
صرف قدرتی سیار کی ضرورت ہے۔ گولی یا بام کا اس  
بڑ کوئی اثر تھیں، میکن بھاری پتھر اگر بہت اونچائی  
سے گلایا جائے تو ضرور کام کرتا ہے۔ عان رحمان  
پر جوش انداز میں چلا۔

” اس یے کہ نہیں سے جس قدر زیادہ بلندی سے  
کوئی چیز گرانی جاتی ہے۔ وہ اتنی ہی طاقت سے یقین  
گرتی ہے۔ کش تعل کا سلسلہ ہے۔ پروفیسر داؤد ہوئے۔  
” میکن انکل۔ پہم بھروں کی تعداد میں اسی مخدوق

کو۔ ایک عدد ہیلی کا پڑھتا دکار ہے۔ ہم نے شکار  
دار یا ہے۔ انپر جشید بولے۔

”اور مارا بھی ہے۔ پتھر کے نکنے کی طرح۔ فائدون  
نے ہمکرا کر گما۔

خان رحمن سکلتے ہونے چلے گئے۔ جلد ہی انہیں  
ہیلی کا پڑھایا کر دیا گی۔ اب وہ اس میں سوار، ہوتے  
اور یونچے وادی میں پڑے۔ وہ دو دین میں مخلوق کو بھی  
دیکھتے بارہ ہے تھے۔ وہ اب تک بے حس و حرکت پڑی  
تھی۔ گویا یا تو بے ہوش تھی یا بالکل مر پیلی تھی۔

ان کے دل اب بہت تیزی سے دھڑک رہے  
تھے۔ جوں جوں وہ یونچے ہو رہے تھے، دھڑکنوں میں  
اضافہ ہوا تھا۔ اور پھر ہیلی کا پڑھ اس مخلوق سے کچھ  
فاسطے پر اتر گی۔ وہ اس سے یونچے اترے اور پوری  
اتیباط سے ایک ایک قدم آگے بڑھانے لگے۔

زدیک پیغ کر انہوں نے دیکھا۔ اس کے  
سے خون پر کرجم چکا تھا۔ خون سیاری مال میرخ

بہت گاڑھا تھا۔

”یہ یہ تو مر چکا ہے۔“

”اخوس! یہ بُوا ہوا۔ پروفیسر داؤڈ نے کما۔“

سے مقابلہ کس طرح کر سکیں گے بھلا۔ اس تعداد کے  
لیے کوئی تھیار ہی ایجاد کرنا ہو گا۔

”اب یہ کام مشکل نہیں رہا۔ پروفیسر داؤڈ پر جوش  
انداز میں ہو لے۔“

”جی کیا مطلب؟ وہ کیسے؟“

”وہ اپنے کر اگر اس کی لاش ہمارے ہاتھ گ  
جائے تو کام بن جائے گا۔ بلکہ اگر اس میں ابھی  
زندگی کے آثار باقی ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔“

”ہوں۔ تو پھر ہمیں یونچے جانا ہو گا اور اس کے  
لیے کسی ہیلی کا پڑھ کی ضرورت پیش کرنے گی۔ گویا ملٹری  
کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔“

”بلکہ بیک سنگ جیسے لوگوں سے اس راز کو پوچش  
بھی رکھنا ہو گا۔“

”شاید راز پوچشید تو زور کے۔ اس لیے کہ ہم  
ذمین پر ان لوگوں نے جتنے کوئی بھیجے ہیں۔ آخر ان  
سے ان کا رابطہ بھی تو ہو گا۔“

”ہوں۔ نیچر۔ انہیں خبر ہوتی ہے تو ہو جائے۔“  
پروفیسر داؤڈ بولے۔

”خان رحمن۔ تم فوتا جاؤ۔ اور ملٹری والوں سے  
غافل رکھا۔“

"یکن۔ اب ہم کو بھی کئے تھے؟" نیک جسٹر  
نے کہا۔

"ہم یہ تو ملیک ہے۔ خیراب اس کی لاش  
کوئے غریب عحدت مک جانا ہوگا۔ چھر تمام ہر جا  
اور سائنس دان اس کا تجزیہ کریں گے۔"

"ویسے اس لاش کے طنے کے ساتھ ہی رہا، ایک خل  
تو بالکل نسل شابت ہو گی ہے۔ محمود بولنا۔

"ادہ ہاں دا تھی۔ اپکڑ جمیش چونکے۔

"مگر مطلب۔ کون سا خال ہم پر دفیہ داؤد اور خان  
رجحان دے۔"

"ہمارا خیال تھا۔ یہ کوئی انسانی مخلوق نہیں ہے۔  
بلکہ انساد جو کا تیار کردہ روبوٹ ہے۔ نبی مخلوق نامہ بوث  
اور انساد جو نے ایک بار چھر دنیا کو دھوکا دیتے کا ان  
دھوکا دے کر ان گنت فائدے آٹھانے کا منصوبہ  
بنایا ہے، یکن اس لاش کے طنے کے بعد اب، ہیں

"کہنا پڑے گا۔ ہماری اس زمین پر یعنی برہ  
کے آس پار ضرور یہ مخلوق آباد ہے۔ اور ہمارے بالکل  
پر چل آور ہونے کے لیے پر قول دری ہے۔ بلکہ اپنا  
کرنے کے لیے اس نے، ہماری زمین پر سازشوں کے

جال بچا دکھے ہیں۔ اور بلکہ لگ بھی اس کی سازش  
ایک حق ہے۔"

"تب چھر ہم۔ بہت بڑے نظرے سے دو چار  
ہیں۔ اس قدر بڑے کہ شاید لوگ سوچ بھی نہ سکیں۔  
اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

آخر لاش کو اٹھایا گی۔ دو وزن میں زیادہ نہیں  
تھی۔ چھر بھی کاپڑ اٹھا اور وہ اس عحدت مک پہنچے۔  
اپ سک۔ یہ نجربہ یہاں چھل پھل تھی کہ مخلوق کو مار گرایا  
گا ہے۔ اور اس کی لاش کو لایا جا رہا ہے۔

لاش کو صحن میں لا کر دکھ دیا گیا۔ یہ خیر انشاد  
کی حکومت اور دوسری۔ تمام حکومتوں کو دی گئی۔  
ماہرین فوز وہاں پیخ گئے۔ اب اس مردہ جسم کا  
محاذ شروع ہوا۔ تکنی گھنٹوں کی محنت کے بعد آخر  
رپورٹ تیار ہو گئی۔ اس رپورٹ کو سب کے مانے  
لکھ گیا۔ جو یہ تھی:

"اس میں اور دوسرے انسانوں میں صرف ملے  
کا فرق ہے۔ جسم کے کام کرنے والی طریقہ بالکل ایک  
ہے۔ دماغ بھی بالکل عام انسانوں میں ہے۔  
ول اور دوسرے تمام اعضا بھی۔ گویا یہ انسان ہی

ہیں۔ بھی ان کے سر اور طرح کے ہیں۔ چھوڑے اور طرح کے ہیں۔ ملائیں اور طرح کی ہیں۔ بنادٹ کے لحاظ سے یہ انسانوں سے باصل مختلف ہیں۔ ملکن جسم کے کاموں کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ مگولی اور بم وغیرہ اس پر اڑکیوں نہیں کرتے۔ تو یہ ان کے جھوٹ کا کمال نہیں تھا۔ بلکہ ان کے پاس ساتھی آلات پچھے اس قسم کے تھے۔ اس کے پاس ایک پستول، اپنے ارد گرد نظر نہ آنے والے شعاعوں کا جال پھیلانے والا ایک آر۔ اور اس قسم کی کتنی چرت ایکٹر چیزیں تھیں۔ ان چیزوں کی مدد سے یہ انتہائی طاقت درجن جاتے تھے۔ اور ان کی وجہ سے دُنیا کے ہتھیاروں سے محفوظ رہتے تھے۔ اب ان کے سامنے۔ بلکہ پوری دُنیا کے سامنے یہ سوال تھا کہ ہم کیا کریں۔ اس قدر بڑی تعداد میں اس مخلوق کا مقابلہ، اس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے پیسے ریسرچ کی خروarat تھی۔ اور اس میں وقت من ہونا تھا۔ بیک سنگ اب ان کے قبضے میں تھا اور اس سے ان کی آبادی کا راستہ معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ انشادجہ کے لہریں رابر اس

سے معلومات حاصل کرنے کی سرتوڑ کو شیش کر رہے تھے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ انشادجہ لے جب یہ دیکھا کہ اس کام میں ابھی، بہت زیادہ وقت لگنے کا امکان ہے تو ڈوہرے ملکوں سے بلاگے ہائے والے تمام لوگوں کو واپس بیصحیح دیا گی، لیکن اپنکے جنید نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اس سارے معاملے کے انچارج کرنے والے کے سامنے اخیں پیش کیا گی۔

”میں نے سنا ہے۔ آپ واپس نہیں جانا چاہتے؟“

”بات نہیں جاتا! تم واپس ضرور جائیں گے، لیکن ابھی نہیں۔“ اپنکے جنید بولے۔

”کیا مطلب۔ ابھی یہاں رہ گر آپ لوگ ہی کرنا چاہتے ہیں؟“

”اس مخلوق کے ذمے دار لوگوں کو بھی آخر ہماری کارروائی کی خبر ہو گئی ہوگی۔“ وہ ضرور ہماری آئندہ تیاریوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی سوچ رہے ہوں گے۔ لہذا ہماری تیاریوں کے بارے میں کوئی جبراں نہیں پہنچنی چاہیے۔ بس اسی سلسلے میں ہم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔“

" تو کی آپ کا یہ خیال ہے کہ ہم اس قسم کی اختیاط نہیں کر سکیں گے ۔ اور چمارے راز ان تک پہنچ جائیں گے । کرنل دانتے نے طنزیہ انداز میں کہا ۔

" یہ جویں کہ اس سادی محض میں اصل کامیابی ہم نے حاصل کی ہے ۔ آپ سب مل کر اس مخدون کے ایک فرد کو بھی ہلاک نہیں کر سکے ۔ جب کہ یہ کارنالہ ہم نے سراجام دیا ہے ۔

" یہ بات تو قائم ہے ۔  
تو پھر آپ یہ بات بھی تسلیم کریں گے کہ اگر ہم دخل اندازی نہیں کریں گے تو سارے راز ان تک پہنچ جائیں گے ۔

" آخر کیسے ۔ بیک بٹگ تو گزدار ہے ۔ اور اس کی بحاجانی ہر وقت ہو رہی ہے ۔  
ہم مخدون کا صرف ایک فرد اگر بیک بٹگ کو چھڑا آگی تو ۔ ہم پکڑ جو شد مکار دیے ۔

" یہ !! اُوہ چلایا ۔  
کیوں ۔ کی نہیں آ سکتا ؟  
آ سکتا ہے ۔ باکل آ سکتا ہے ۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

" ہم سکتا ہے نہیں ۔ آپکا بے سخط اور آپ ۔ وہ اس کے بارے میں نہیں جانتے ۔

" یہ ۔ یہ آپ کیا کو رہے ہیں ؟

" اگر آپ کو یقین نہیں آیا تو ہم آپ کو آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں ۔

" یہی واقعی ہے اس کی آنکھیں یحربت اور خوف سے چلیں گیں ۔  
آپ ہمارے ساتھ پہلے ۔ ابھی تجھے کہا دیتے ہیں ۔  
پہلے ۔ وہ فدا اللہ کو حکم دا ہو گیا ۔

" اس ریسرچ نہذ آتے ۔ جس میں ابھی تک اس مخدون کی لاش رکھی گئی تھی ۔ جو نہی کرنل دانتے کی ہمدرکی جو پھیلی ۔ ریسرچ سنتر کا اپناؤنچ پروفیسر فاران پکتا ہوا ان تک پہنچا ۔

" سر ۔ آپ ۔ آپ نے آنے سے پہلے اطلاع تک میں دی ۔ میں آپ کے استقبال کی تیاری تو کرایتا ۔  
" اس کی ضرورت نہیں ۔ اس مخدون کے سلسلے میں پڑھ کہاں تک پہنچی ہے کرنل نے پوچھا ۔

" ہم ابھی باری ہے سر ۔ دیویں تیار ہو رہی ہیں ۔  
وہ تکل ہونے پر ہی آپ کی خدمت میں جوش کی جا سکتی ہیں ۔

" یہاں جو کام روودہ ہے ۔ اس کو بالکل خوبی دکھا

جاء رہا ہے تا۔ تا۔ اس طبق کے حکم میں اس کام

کی ہوا۔ تک دیہنگ کے:

”جی ہاں۔ باطل۔“

رہے ہیں:

”کیا مطلب؟“

”وہ زور سے اچلا۔ اس کی آنکھیں جیرت اور خوف  
سے پھیل گئیں۔“

## بھینی سفر

چند لمحے لکھنے کے عالم میں گزد گئے، پھر کرنل والتے  
نے کہا:

”تو آپ کے خیال میں ایس نہیں ہو سکتا۔ اور اپنکر

مشید کا خیال بالکل غلط ہے۔“

”جی ہاں! باطل۔“

”یکن انگر ہم آپ کو یہاں غلط لوگ دکھادیں ہیں؟ اپنکر  
جیشید نے ٹھڑا بھے میں کہا۔“

”تو میں اپنی ملازمت سے استغفار دے دوں گا۔“  
”اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“ اپنکر جیشید

لئے کہا۔

”جی کیا مطلب؟“ اس نے چونکر کر کہا۔

”اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں۔ اور آپ ملازمت  
سے استغفار دے دیں تو اس سے فائدہ کیا ہو گا۔ فائدہ“

جا رہا ہے تا۔ تا۔ اس طبق کے حکم میں اس کام

کی ہوا۔ تک دیہنگ کے:

”جی ہاں۔ باطل۔“

رہے ہیں:

”کیا مطلب؟“

”وہ زور سے اچلا۔ اس کی آنکھیں جیرت اور خوف  
سے پھیل گئیں۔“

تو یہ ہو سکتا ہے کہ جو آدمی یہاں جائیجی کرنے لے  
کوئی بھی موجود نہیں۔ عمارت کے باہر جاؤں ملٹری  
والے عمارت کی چھار دیواری سے بھی کافی ڈودھ چھرو  
آئے۔ ہم یہاں کام کرنے والے ایک ایک اور

ذمے دار ہیں۔ گرفتار ہو جائیں۔

"بھی۔ کیا مطلب ہے؟"  
کوچک گھرے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان پر اپنے جھیٹے جھیٹے نے کہا۔  
"ضرد جاہب۔ شوق سے۔ بھل پھیں کی آفرینش ان لوگوں کے ملاوہ کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔"

ہو سکتا ہے؟  
اعتراف اس وقت نہیں۔ بہت جلد ہو جاتے۔

خود، فادون، فزاد۔ اپنا کام کر دے۔ خان دھمان  
گھر میں مکارے۔

"پہنچ نہیں، آپ کسی باتیں کر دیتے ہیں؟"  
جس قسم کی کرنا آتی ہیں۔ اس قسم کی کر سکتے ہیں؟

فائدوق نے مز بلایا۔  
آخر دھن دا خلیق ہے۔

ابھی بات ہے جمیش خان، رہائش دے۔  
وہ اسی لفظ پڑے گئے۔ کنل داے کچھ چھرے پر

ایں دفعہ گئی۔  
میں جمع کر دیا گی۔ انپر جھیٹے نے مجھ پر تھوڑی

ہیں سکھ یا، جس میں ان سب کے نام وغیرہ درج  
تھے۔ پہلے حاضری چک کی گئی۔ رجھڑ کے مطابق۔

وگ موجود تھے۔  
ان کے ملاوہ کوئی اور آدمی عمارت میں اگر پڑا

ہو تو اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔

بھل کوئی ایسا بول نہ پا جائے۔ کہا۔ اس نے پھر ناک

جی سیکھ۔ عمارت میں اس فہرست کے علاوہ اور  
کوئی بھی موجود نہیں۔ عمارت کے باہر جاؤں ملٹری

والے عمارت کی چھار دیواری سے بھی کافی ڈودھ چھرو  
آئے۔ ہم یہاں کام کرنے والے ایک ایک اور

ذمے دار ہیں۔ گرفتار ہو جائیں۔

"بھی۔ کیا مطلب ہے؟"  
کوچک گھرے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان پر اپنے جھیٹے جھیٹے نے کہا۔

"ضرد جاہب۔ شوق سے۔ بھل پھیں کی آفرینش ان لوگوں کے ملاوہ کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔"

ہو سکتا ہے؟  
اعتراف اس وقت نہیں۔ بہت جلد ہو جاتے۔

خود، فادون، فزاد۔ اپنا کام کر دے۔ خان دھمان  
گھر میں مکارے۔

"پہنچ نہیں، آپ کسی باتیں کر دیتے ہیں؟"  
جس قسم کی کرنا آتی ہیں۔ اس قسم کی کر سکتے ہیں؟

فائدوق نے مز بلایا۔  
آخر دھن دا خلیق ہے۔

ابھی بات ہے جمیش خان، رہائش دے۔  
وہ اسی لفظ پڑے گئے۔ کنل داے کچھ چھرے پر

ایں دفعہ گئی۔  
میں جمع کر دیا گی۔ انپر جھیٹے نے مجھ پر تھوڑی

ہیں سکھ یا، جس میں ان سب کے نام وغیرہ درج  
تھے۔ پہلے حاضری چک کی گئی۔ رجھڑ کے مطابق۔

وگ موجود تھے۔  
ان کے ملاوہ کوئی اور آدمی عمارت میں اگر پڑا

ہو تو اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔

بھل کوئی ایسا بول نہ پا جائے۔ کہا۔ اس نے پھر ناک

کلکاپور بولا۔ پنچڑ جشید۔ اگر آپ یہاں سے ایک عدد غفار  
پڑ جسی یتے ہیں تو اس سے کیا خطرہ مل جائے گا تو  
بات خطرہ ملنے نہ لئے کی تھیں ہے۔ یہ تی  
حقوق دُنیا پر قابض ہونا چاہتی ہے۔ اس غرض سے  
یہے اس نے ہماری اس دُنیا کے کچھ آدمی توڑے یے  
ہیں۔ انھیں اپنی زبان لٹک انھوں نے لکھا دی ہے  
جیسے کہ بیک لگا۔ اب ہمیں ان جاسوسوں سے  
اوہ ان کی کارروائیوں سے تو خیزار رہنا، ہی پڑے گا۔  
وہ ہم تو بے موت مارے جائیں گے۔  
ایک بات بھی ہیں بالکل نہیں آدھی۔ کرنل والے  
نے کہا۔

چلے آپ بھی بتا دیں، کون کی بات سمجھے میں  
نہیں آتی۔

جب یہ مخلوق اس قدر طاقت در ہے۔ اس قد  
مری قیادتیں ہیں۔ اور ہمارا پورا ایک شہر ان کے  
ایک آدمی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو آخر انھیں ہم  
جنی پعدی دُنیا سے ٹوٹنے کی یہ ضرورت ہے۔  
بحدبے ان انتقامات کے بارے میں انھیں معلومات

ماصل کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟

”کچھ کمزوریاں تو ان میں ضرور موجود ہیں۔ اور وہ  
جانتے ہیں کہ بعض معاملات میں ہم ان کی نسبت زیادہ  
طاقت در ہیں۔ شکلا ہو رکتا ہے۔ یہ مخلوق ابھی یقین مم  
ادہ نہ یہ روحیں ہم نہ بنائیں ہو۔ اگر یہ بات ہو، تب  
تو اس پوری قوم کا مقابلہ آسان کام ہو گا۔“

”اوہ۔ اوہ۔ ان سب کے مزے بھکا۔“

”جس طرح ہمیں پوری طرح معلوم نہیں کر وہ کتنے  
پانی میں ہیں۔ انھوں نے کیا کچھ ایجاد کر رکھا ہے۔  
اکہ جگ کی صورت میں ہمیں کیا کچھ پیش آئے والی  
ہے۔ اسی طرح انھیں بھی حادثے بارے میں زیادہ  
معلوم نہیں۔“

”یکن یکوں۔ انھوں نے بیک لگ بھیے لوگوں سے  
دُنیا کے حالات معلوم کر لیے ہوں گے۔“

”ضرور معلوم کیے ہوں گے۔ یکن بیک لگ کو بھی  
تو تمام حکومتوں کے چینہ راز معلوم نہیں ہیں۔“

”پچھے بھیر۔ آپ کی باتوں سے ثابت یہ ہوا کہ انھیں  
معلومات کی بہت ضرورت ہے اور ہماری وجہ سے کہیں  
آن کی یہ ضرورت پوری نہ ہو جائے، دوسرے یہ کہ ان کی

جب آپ رونگی تیاریاں مکمل ہو جائیں تو اپنے پرہلے  
سے مطلع کر دیجیے گا۔ ہم حاضر ہو جائیں گے۔

ان کے مز سے کوئی لفڑ دنکل سکا۔ دوسرے  
دوسرے، اپنے وطن کا روح کروئے تھے اور اشارجہ کے  
پہنچنے والے آئندہ انہیں اختت کرتے تھے۔

ان سے بھک کے یار پورٹ پر ان کے بھی دوست  
دربے بڑے آئیں استقبال کے لیے موجود تھے۔

یہاں اس مخصوص کی خوبی ہیں؛ انکیز جستی  
کوئی صاحب سے یاد نہ ہے۔

اب، ایک سے زائد نظر جانے لگے ہیں؛  
اوہ! میں ان میں سے ایک کو زندگی کا پاپتا ہوں۔  
کی مطلب نہ ہے۔ یہاں نہ طرح، کل، بھی صاحب

کے لیے میں حرمت تھی۔  
بس دیکھتے جائیں۔ ہم کل ان میں سے ایک

نرورانہ پکڑیں گے؛  
یہیں تمہاری کام کو دے گی،

ایک بخوبی معمولی گاہ۔  
خوب۔ خود کیا بخوبی۔ دو کام کرنے ہے، لیکن خود

ترے میں ڈالے بخوبی اس مخصوص نے پرے مکمل

کوش یہ ہے کہ ہم ان کے بارے میں پہنچنے والے معلومات  
حاصل نہ کر سکیں۔ مداری بات کا بیچجہ یہ کہ ہمیں ایک  
تو یعنی کوش کرنا ہے کہ بحالت کو دنیا کی کوئی بات انہیں  
معلوم نہ ہو۔ اور ان کی باتیں ہمیں فرمادہ سے زیادہ  
معلوم ہو جائیں۔ تاکہ مقابله کی صورت میں ہم بینا  
چکاؤ کر سکیں!

آپ کی باول سلسلہ پوری طرح اتفاق ہوں  
انکیلہ صاحب۔ کر ان واہے نے علیٰ یہے کہا۔

بھائی، ہست شکریہ سر۔ یہ جان کر ایک دن ہوا  
کہ کوئی تو بھی یہاں۔ جو یہری باول ہے اتفاق کرتے  
ہیں اس وقت قلعوں کی آواز سنائی دی۔ یہاں  
رہماں ان یہوں کے سامنے آتے نظر آتے۔ انہوں نے  
اپنے یہوں کی تردید دو۔ اوہیوں کو لے رکھا تھا۔

لڑکے۔ یہ کون ایں اور کیا تھے؟  
ایک ٹکلبے میں آلات کے سامنے موجود تھے۔

اُف۔ یہیں کہ ویکھ دلا ہوں۔ بروہی عاری نے  
کاپنی کھواد ہیں کہ۔

ہم نے اپنا غیرہ ثابت کر دیا۔ آپ آپ جائیں،  
آپ جاؤ کام۔ ہمیں لی احوال اپنے ملک مارے ہیں۔

کو خوف دہراں میں بستا کر دیا ہے۔ بلکہ پوری دنیا اس وقت خوف کی پیٹ میں ہے:

”جی ہاں یہ تو خیر میں عسوی کر چکا ہوں۔ لستے میں جہاں جہاں بھی، ہمیں رہنا پڑتا۔ یہی چرپے سنتے ہیں آئے۔ ہر کوئی اس مخلوق سے خوف زدہ ہے۔ اور ذہنوں پر یہ خوف پھاتا جا رہا ہے۔ کہ اس مخلوق نے اگر ہماری دنیا پر حملہ کر دیا تو کیا ہو گا۔ ہم یہ کہیں گے؟“

”اللہ اپنا رحم فرماتے۔ ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ بھی ایسا بھی ہو سکتا ہے：“

آن سے منحصر ہو کر وہ گھر پہنچے۔ گھنٹی کی آواز سختے ہی بیگم۔ عظیم دوڑی آئیں اور دروازہ سکھول دیا:

”اُف ماک! میں کس تدر پریشان تھی؟“  
”یکوں۔ اتی جان۔ کس لیے؟“

”دنیا کی خبری سن کر۔ کچھ کم خوف ناگ خبری تو سنتے ہیں آئیں دیں؟“

”اہ! وہ تو ہے：“

اور جب مجھے نبڑی تھی کہ آپ کا ہدو اس مخلوق کا مقابلہ ہوا ہے۔ تو میری جان پر رہی بن گئی تھی۔  
یکوئی مقابلے کے نتیجے کے بلاسے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔

”خا۔ غالباً اشارجہ نے خبر کا یا تی حدود ماز میں دکھا تھا۔“  
”کی مطلب؟ وہ پوچھے۔“

”یکوں۔ کیا آپ کو اس بدے نیں معلوم نہیں۔ ان کے بھے میں یہ رت تھی۔“

”نہیں تو۔“

”ہمیں یہ تو معلوم ہے۔ کہ آپ کا اور اس مخلوق کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ کیا رہا۔ یہ نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا۔“

”صرف تھیں معلوم نہیں یا کسی کو بھی نہیں معلوم؟“  
ان پکڑ جیش کے بھے میں یہ رت تھی۔

”کسی کو بھی معلوم نہیں ہو گا۔ انہوں نے بتایا۔“

”یہ بیکب بات ہے۔ ایک منٹ یہ کو کر انہوں نے آئی بھی صاحب کو فون کیا۔ وہ دفتر پہنچ چکے تھے۔“  
”فرماداں کی طرف سے جواب۔“

”سر۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا اور اس مخلوق کا مقابلہ ہوا تھا؟“

”یہ بات تو مادی دنیا کو معلوم ہے۔“

”اس مقابلے کا نتیجہ کیا تکلا تھا؟“

”اشارجہ نے اس خبر کو شائع نہیں کیا تھا۔“

”اودہ ریسیدور بکھ دیا، پھر بیکھ جنید کی طرف گزٹے۔  
”اس دوڑان اپنے کامران مرزا کا بھولی فون آیا۔  
”بھی نہیں۔“ وہ بولیں۔  
”اوہ شوکی برادر نہ ہوا۔  
”ان کا بھی نہیں آیا۔  
برفت ہے۔ پوری دنیا میں تسلک چاہوا ہے۔ کھبلی  
بھی ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں کا پیچا، یہ نہیں کہ کہاں ہیں۔  
”کیا آپ ان کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں؟  
”اہن ایں ایک مہم پر دوڑ ہونا چاہتا ہوئی۔  
”کہاں جانا پاہستہ، ہیں بی محمد نے فدا پوچھا۔  
برفت کے اُس پادوڑہ بولے۔  
”بھی۔ برft کے اُس پادوڑہ سب چونک کروے۔  
”اہن اس مخلوق نے مجھے برft کے اس پار کی  
بیر تو کرائی تھی، لیکن میں برft کے اُس پار جانا  
چاہتا ہوں۔  
”لیکن ابا جان! یہ تو صاف موت کے من میں جاندے  
ہے۔ چونک برft کے اُس پار ہی تو یہ مخلوق آباد  
ہے۔ جتنا یہ مخلوق وہاں، ہمارا داخلہ کس طرح برداشت  
کرے گی۔ وہ تو ہماری دنیا پر قابض ہونے کے

”اوہ۔ لیکن چھوٹو؟  
”وہ بھی نہیں بتائی گئی تھی۔  
”ایک بات ہے۔ بت سخت شکریہ۔  
”لیکن سخت جنید۔ اب تم بتا گئے ہو۔ اس  
متاپے کا چین بنا تھا۔  
”وہ بھارستہ اتحادیوں مارا گیا تھا، لیکن وہ آپ  
بات کسی کو نہ بتائیے۔  
”پھر بات ہے۔  
”اوہ! اپنے جنید نے اخراجی کرنل دائے کو فون  
کیا۔ سلسلہ۔ پر اوہ دیے۔  
”ہیلو سڑ دائے۔ یہ میں ہوں۔ اپنی خشی۔  
”اوہ! آپ وہاں روانگ گئے۔  
”بھی ہاں! یہ تو بتائیں۔ اس مخلوق میں سے ایک  
کے رجارتے اتحادیوں مرجانے کی خبر کس لیے چھپائی گئی؟  
”تاکہ ایسی مخلوق کو ان کی اس گھبودی کا پیتاہ میل  
سکا۔ اوہ ہم قلعہ اٹھا لیں۔ اگر اپنے اس گھبودی  
کا پیتاہ میل جائے مخلوق وہ اس کا بھی کوئی دکھل انتقام  
کر لیں گے۔  
”ہوں۔ چیک ہے۔ شکریہ اتحادیوں نے ملٹن ہر

حلوم نہیں کہاں ہیں۔ باتاتے تو کہہ ہیں نہیں۔

بس فائدہ ہو جاتے ہیں:

”لکھنے دل سے فائب ہیں؟“

”ایک بخشنہ ہو چلا بے:“

”منور علی خان تو نہیں آتے تھے ان کے پاس؟“ انپکٹر  
جیسا نے پوچھا۔

”نہیں۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ بس وہ فائب ہو گے؟“

”رفعت بھی ان کے ساتھ ہے:“

”اہ! وہ ان سے کم تو نہیں ہے۔ شرکی کی والدہ“

لے شاید بُرا سامنہ بنائے کہا۔

”اچھا۔ اگر وہ آجائیں تو ان سے لیتے گا۔ مجھے  
ذون کریں:“

”اچھی بات ہے:“

مالوسادہ انداز میں دیسیور رکھ کر انپکٹر جیشیدہ نے ان

کی طرف دیکھا:

”دونوں پارٹیاں فائب ہیں، اب کیا کریں؟“

”جو آپ پسند کریں:“

”یہ بھائیں دک کر وقت برپا نہیں کرنا چاہتا۔ اس

سم پر نکل یہاں چاہتا ہوں، لیکن اس طرح کہ سب کو

خواب دیکھ دیتی ہے:“

”ایسی یہے میں انپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی  
ضورت محسوس کر دیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔“ تینوں  
پارٹیاں میں کریں سفر کریں۔“

”یکن ہم اس تمام کو تلاش کس طرح کریں گے؟  
جب کہ آپ کو دستاںکے معلوم نہیں:“

”بعنی پچھہ نہ پچھہ تو کریں گے، ہی: وہ مسکاتے۔“  
اب انھوں نے انپکٹر کامران مرزا کے نہروں کیے۔

بیگم کامران مرزا نے انھیں بتایا کہ ان کا کوئی پتا نہیں۔  
دُور دُور سیکھ پتا نہیں۔ یعنی وہ بتاتے بغیر اس طرح  
غائب ہیں، جیسے گھرے کے سرے سے یہاں۔“

”اچھا۔ اگر وہ آجائیں تو انھیں کیتے گا۔ مجھے ذون  
فون کریں:“

”ٹھیک ہے۔ وہ بولیں۔“  
ٹھیک ہات کر انھوں نے شوکی برادرز کو فون کیا:  
شوکی کی والدہ نے دیسیور اٹھایا:

”السلام علیکم جاہی۔“ پانچوں کمال ہیں؟“

”فائب ہیں۔“ وہ بولیں۔

”لیکن کمال ہیں؟“

بھی معلوم رہے۔ کہ ہم کہیں نہیں لے جوئے:

”گویا آپ کھیپ طور پر نکلا چاہتے ہیں ہیں؟“  
”لہ! اور ہم میک آپ میں ہوں گے۔“ بھریں قم  
کے میک آپ میں۔ کوئی مزدیکی آدمی بھی دیکھے تو  
”جگان نہ سکے۔“

”بھسی واء! پھر تو مزا آ جائے گا۔“

”مزے کا کیا ہے۔“ وہ تو آتا جانا ملتا ہے۔  
اُس بارہیں کام رنایٹرے کا!  
”وہ بھی ایکیے۔ دو لوپی پیاریوں کے بغیر۔ فارڈن  
لے گئے۔“

”شاید ان سے کہیں ملاقات ہو، ہی جانتے۔“

”بہت سکل ہے ابا جان۔“  
”یہ سکل پسے بھی اللہ آسان کرتے رہے ہیں۔“ اکثر  
”سماڑی ملاقات سفر کے دوران ہوتی ہے۔“

”تھب لو، تم دعا کرتے ہیں کہ ان سے کہیں د کہیں  
ملاقات ضرور ہو جائے۔“ فرزانہ بولی۔

”آ میں!“  
”یمن دن سک کو خیر انداز میں تیاریاں کرنے  
رہے۔ ان کی تیاریوں کے بارے میں بیگ حمید کے

علادو کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہاں سک کر  
بیگم شیرازی اور اکرام سک کو بھی معلوم نہیں تھا۔  
انھوں نے آئی جی صاحب کو بھی نہیں بتایا۔ اور پھر  
ایک دات میک ریک بھے۔ وہ کھر کے پچھلی طرف  
سے پاپ کے ذریعے بیچے اُترے اور پیدل ہی ایک  
سکھت میں روازہ ہو گئے۔

رات کی تاریکی میں وہ کتنی گھنٹے تک پیدل ہی  
چلتے رہے۔ وہ سڑک پر نہیں چل رہے تھے۔ بلکہ  
چکل کے راستے چاہ رہے تھے۔ راستا ان کا دیکھا جالا  
تھا۔ درد دات کے دقت درختوں کے درمیان سفر کرنا  
جد درجے خطرناک ہوتا ہے۔ اپنکڑ جمیڈ کے ہاتھ میں  
پسل بکارج موجود تھی۔ اس کی مدد سے وہ آگے بڑھ  
رہے تھے۔

سچ کی روشنی ابھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک  
گاؤں میں داخل ہوئے۔ گاؤں میں انھیں ایک کار  
کھڑی نظر آئی۔

انھوں نے ماشڑ کی سے کار کا دروازہ کھولا۔  
دُسرے بھی لمحے وہ کار میں اڑے چاہ رہے تھے۔ پھر  
کار بھی انھوں نے ایک جگہ چھوڑ دی۔ اور ایک

دوسرا کارڈی - اس طرح وہ کاپیوں وغیرہ پر سفر  
کر کے دود سے دور ہوتے چلے گئے -

اور آخر ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے چہاں سے  
ونصیل اپنے ملک سے باہر نکل جاتا تھا - اس جگہ  
بھی انھیں صرف رات کے وقت نکلن تھا - لہذا  
ایک جگہ رات ہونے کے انتظار میں دبکے رہے -

آخر وہ رات کے وقت باہر نکلے اور سرحد عبور  
کر گئے - ایسے میں ان کے چھروں پر تیز روشنی پڑی -

## غلط خبر

وہ پاروں طرف سے روشنیوں میں نہا گئے - روشنی  
اس قدر تیز تھی کہ انھیں آنکھوں پر لا تھے رکھنا پڑے:  
”بھی یہ کیا مصیبت ہے - آنی تیز روشنی بھی کس  
کام کی جس میں ہم کچھ بھی نہ دیکھ سکیں“ فادوں نے  
ہمن کر کیا -

بہت سچ کرنے کے تھے، لیکن نہیں جانتے تھے  
کہ اسرا رانیوں میں کہا گیا -

نہیں جانتے تھے - کیا نہیں جانتے تھے - جب تک  
اپ بتائیں گے نہیں کہ ہم کیا نہیں جانتے تھے، اس  
وقت تک یکسے جان پائیں گے کہ ہم کیا نہیں جانتے تھے  
فادوں نے جلدی جلدی کہا -

”تو ہے تم سے“ فزاد جلا اٹھی -  
نہیں جانتے تھے کہ ہماری نظری مسلسل تم پر ہیں -

جس وقت سے تم گھر سے نکلے ہو۔ اور جس طرح تم ناوجہ میں اپنی کار پر کار بدلی ہے۔ اس سادی کامروانی کی ناوجہ ہوا جاتا ہوں۔ آپ پسے اپنی کار میں جرہے۔

”اے باپ دے۔ واقعی یہ بات ہم نہیں جانتے ہیں۔ اتنا بہت سادقت ہائی تھے۔ ہم تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ... فاروق ایسا یاری یاری قوم میں نہیں ہے۔“

”کیا ہوا۔ زبان تک تو یہ روشنی نہیں پہنچ گئی۔“

”تم خیر آپ نے بالکل درست بات کی۔“ اپکڑ جمیں نے سکا کر کہا۔

”آپ لوگ چب گھر سے نکلے ہیں۔ اس وقت بھی ہماری فہمی کے بجائے غلط فہمی استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔“

”آپ کے لذت ہو گئی۔“ فرزانہ نے بتتا کر کہا۔

”اہ! وہ تواب دیے بھی ہو گئی ہے۔ دیکھو،“ ارسہ باپ رے۔ پھر تو ہم نے غسلی کی۔ بہت تکفیں اٹھان۔ توڑا دلکھوم میں بیٹھ جاتے، آنا تو اس کو بھی کافیں کان خبر نہیں ہوئی ہو گی، لیکن ان حضرات میں تھا۔

”اہ بالکل۔ خیراب بھی تو آپ یہاں آگے ہیں۔“

”بماں۔ آگے کہاں جانا ہے؟“

”بچ پیچ جاتا دیں۔“ اپکڑ جمیں شوخ آواز میں بولے۔

”اے، یہی پیچ میں ہے۔“ فاروق نے توڑا کہا۔

”تم چب نہیں رہ سکتے۔“ اپکڑ جمیں خڑا کے۔

بیرون دشمنی میں راکٹوں اپنیں کسی قانون کی طرح نیچے  
آتا دھکائی دیا۔ اور پھر وہ کسی ہیلی کاپٹر کی طرح زمین  
پر ۲۰ کروڑ فٹ گئی تھی تھی، اس کا دروازہ بھل گیا۔  
بڑے بہت پہل دیہے تھے۔ یہ بالکل کسی راکٹ جیسا تھا،  
بچہ اور کی طرف تھے۔

بچہ سوار ہو جائیں۔ آپ کو لے چوڑے سمندری سفر  
سے بھی نجات مل جائے گی۔

نہست نہست شکریہ۔ آپ ووگ نہست اپنے ہیں۔  
ویسے کی، ہی اچھا ہو۔ فاروق کہتے رک گی۔  
یہ کہنا چاہتے ہیں؟ جمل بھسن کر کہا گی۔

کچھ ہی اچھا ہو۔ آپ راکٹوں بھی ویسے ہمارے  
باہر ہے ہیں۔ تاکہ اس پر ہم اس وادی کی سیر کر  
یا کریں۔ دہان یہیں اور کام، ہی کی ہو گا۔

نکر دکریں۔ مرے سے زیادہ اہم کام یہی ہے  
دہان۔ برف کی ٹھنڈک میں شمسٹر کر منا ہو گا۔  
ایسے ہیں راکٹوں کی تو آپ ووگ کو سوچے گی بھی نہیں۔

اگر واقعی یہ بات ہے تو ہم اپنی والدہ سے آری  
لامات کر آئیں ذرا۔ راکٹوں کا رُخ ہمارے گھر کی طرف  
اوجائے تو بہتر ہے۔

”ہاں انپریٹ جمیٹ۔ اگر آپ پیچ نہیں بتائیں گے تو  
پھر ہم خود آپ کو بتائیں گے کہ آپ کہاں جانا پڑتے  
ہیں۔ کہا گی۔

پیچے پھر آپ  
میکپ ووگ دنیا کے اس سچھے میں جاتا چاہتے اے۔  
جہاں یہ حقوق آباد ہے۔ یہ نے غلط تو نہیں کہا۔  
”نہیں۔ انضول نے تیکم کیا۔

”یکن دہان آپ، ہماری مدد کے بغیر نہیں ہاتھ  
پر راکٹوں آپ کو دہان پہنچا سکتا ہے۔

”تو پھر مہربانی کریں۔ ہمیں دہان پہنچا دیں۔ ہن  
اس دادی کو دیکھنے کہ ہم۔ بڑی طرح ترس کھے ہیں  
لے کے پہن ہو کر کہا۔

”یکن دہان سے داپسی ملکی نہیں۔ راکٹوں پر فدا  
کا۔ داپس سیبر کا۔ یہ دہان سے خالی ہاتھ  
کھلتے ہے۔

”یہیں منظور ہے۔“  
”اچھی بات ہے۔ آنار دیں راکٹوں کو۔“ ووگ ا  
کیا یاد کریں گے۔

”نہیں جاہب۔ یاد ہم ضرور کریں گے۔“

”بھی ہم پاہتے تھے انکڑ جسید۔  
”کی چاہتے تھے؟  
”جب اس مخلوق کی حکومتی اس دُنیا پر ہو۔ تو آپ  
یہاں نہ ہوں۔ آپ اس وقت دُوسری دُنیا میں جا  
چکے ہوں۔ اس لیے کہ آپ وگ بڑے سے بڑے منظور  
کو بھی پوچھت کر دستے ہیں۔  
”تو ہملا اندازہ دست نکلا۔ یہ بھی کوئی منظور ہے۔  
”لہن؛ یہکن ہمارا نہیں۔ اس مخلوق کا۔ اب تو ہم  
اس دُنیا کے کسی ملک کے جاتے اس مخلوق کے لیے  
کلام کر رہے ہیں۔  
”اپنی بات ہے۔ ہمیں برف کے اس پار لے جایا  
جائے گا یا اس پار؟  
”اس پار۔  
”یہکن پہلے تو بھی اس پار تک لے جایا گیا تھا۔  
”مخلوق کی جھک دھانے کے لیے۔  
”تم اب سیا ہے۔ حکومتیں کی تعداد میں اس مخلوق  
کا ہم چند وگ۔ سی بگاڑیں گے۔ جب کہ ہمارا اسلو  
ٹکہ ان پر اثر نہیں کرتا۔“  
”بات نہیں ہے۔ آپ وگ واقعی اسی مخلوق کا

”اب یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دیے آپ فکر نہ کریں۔  
آپ کے مرنے کی خبر ہم آپ کے گھر پہنچا دیں گے۔  
”یہکن غلط خبر ہرگز ہرگز نہ دیجیے گا۔  
”غلط خبر۔ کیا مطلب؟  
”مطلوب یہ کہ ہم مرے نہ ہوں اور آپ، سمارے  
مرنے کی خبر انھیں سنا دیں۔ یہ بہت زیادتی ہو گی۔  
”نہیں۔ ایسا نہیں کی جاتے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔  
”اب فدا اپنا تعارف بھی کر دیں۔  
”بیک سنگ کا ایک ادنیٰ خادم۔ اس کیس میں اب  
بھی سے آپ کی ملاقات نہیں ہو گی۔ لہذا شکل دھانے  
کی ضرورت نہیں۔ دیے بھی یہ آپ کی زندگی کا آخری  
کیس ہے۔ اس لیے نام بتانے کی ضرورت ہے نہ شکل  
دھانے کی۔ آپ وگ اب داکٹرمیں سوار ہو جائیں۔  
”اچھی بات ہے۔ اگر آپ کی خواہش یہی ہے۔  
”تو یوں ہی سی۔ فائدہ نہ من بنایا۔“  
اور وہ داکٹرمیں سوار ہو گئے۔ اس داکٹرمیں سے  
ان کی پڑائی ہمیڈیں دوست تھیں۔ داکٹرمیں تیر کی طرح اور  
آٹھا اور چھتر ایک سمت میں روانہ ہو گی۔ اسی وقت  
داکٹرمیں بیک سنگ کی آواز اُبھری۔

بکھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہن چھوڑا پھر بھی برف کے اس پار جاتے گا آپ کو؟

” ہوں : آپ کی مرضی۔ آپ شاید ڈرتے ہیں۔ لیں ہم اس مخلوق سے مکار کر اس کا بیڑا نہ غرق کر دیں اور مجھے اس دنیا پر حکومت نہ گئے۔“

” اے نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اینا آپ چند افراد کیا پس اٹک مل کر نہیں کر سکتے۔ تمام ملکوں کی نوبیں مل کر بھی اس مخلوق کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اب اس دنیا پر اس مخلوق کی حکومت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ یہن...“

” یہن ہیں؟“

” لکن اٹار جانے کیوں رسمی کوشش نہ فرمی ہے۔ اگر وہ اپنی کوئی میامیب ہو گیا تو پھر اس مخلوق کا راستہ روک دیا جائے گا۔ یہن اس کے لیے پوری دنیا کے ملکوں کو اس کی مدد کرنا ہو گی۔“

” کیا مطلب؟“

” اس مخلوق کا راستا روکنے کے لیے اشارجے پر منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس پر بے تحاشہ دولت فرقہ ہو گی۔ اس قدر وسائل استعمال کرنا ہوں گے کہ بسط نہیں

بیٹھ۔ پوری دنیا کے تمام ملک اگر اس کی مدد کریں گے تو صرف اس صورت میں اس بات کا امکان ہے۔ کہ اس کا راستہ روک دیا جاسکے اور وہ بحداری دنیا میں داخل نہ ہو سکے۔“

” اور دنیا کے ملک بدل ایسا کیوں ہے چاہیں گے۔“ بھی کہ پوری دنیا پر اس کا خوف یقیناً چکا ہے۔ چہر کوں اس نکر میں ہے کہ اس مخلوق سے بچا جائے تو کیسے؟ انہوں نے کہا۔

” اس ایسی بات ہے۔“

” سب تو آپ دوکوں کو چاہیے تھا کہ ہمیں اس منصوبے میں شریک رکھتے۔ ہم یہاں بہتر رہتے۔ انپکٹر جنید چران ہو کر کہا۔“

” آپ بھول دے ہے میں انپکٹر صاحب۔“ بیگ کلگ کے طرزہ کواز منٹھی روی۔

” یہ بھول رکھ ہوں : وہ چران ہو کر بولے۔“

” یہ کہ ہم اشارجے کے لیے نہیں۔ اس مخلوق کے کام کر رہے ہیں۔ اشارجے کی تو یعنی خواہش ہے اس منصوبے میں آپ یہیوں پارٹیوں کو پیش پیش رکھا جائے۔ یہن یہیوں پارٹیوں کا اشارجہ سے رابطہ نہیں

ہونے دیا جائے گا۔ آپ کو بھی اسی لیے یہاں سے اور  
آٹھا یا گیا ہے:

”ہوں! یاد آگیا۔ آپ اور جیکان تو اس مرتبہ اس  
خلوق کے غلام ہیں:

”ہاں! آپ یہ لفظ کر سکتے ہیں۔ ہمیں خصہ نہیں  
آئے گا۔ میر جیکان جی سُن کر ہنس رہے ہیں۔ یہ  
بھی اس وقت میرے ساتھ موجود ہیں۔ ایسی غلابی میں  
بھی بہت مزاح ہے۔ جو پوری دُنیا کا نظام صرف ہم دونوں  
کے لائق ہیں دے دے:

”تو خلوق خود حکومت نہیں کرے گی۔ آپ حکومت  
کریں گے۔ یہ عجیب بات ہے:

”خلوق کو تو ہم مانگلیوں پر چھائیں گے۔ جو اس  
سے کہیں گے۔ وہ کرے گی۔ اور جو نہ کرنے کے لیے  
کہیں گے۔ وہ نہیں کرے گی:

”ہوں! دکاں ہم لوگ بھی یہ کھیل دیکھ سکتے ہیں:

”اس بات کا، ہمیں بھی افسوس رہے گا اگر آپ یہ سارا  
کھیل نہیں دیکھ سکیں گے:

”آخر یکوں۔ ہم چند لوگوں کو زندہ رکھنے سے آپ کو  
کیا خطرہ ہے؟

”وہی خطرہ ہے۔ جو ہر بارہ ہمارے سامنے آ جاتا  
ہے۔ اس مرتبہ ہم نے اس خطرے سے بالکل بچے  
رہنے کا ارادہ کر دیا ہے:

”آپ کی مرضی۔ ویسے یہ ہے بُزدیلی:

”نہیں۔ ہم اس کو عمل مندی کہتے ہیں:

”توں ملتا ہے۔ بیسے آپ ہمارے ساتھ ساتھ دوسرے  
راکھ دوم تک آ رہے ہوں:

”یہ اندازہ بھی درست ہے۔ ہم آپ لوگوں کو اپنی  
نگرانی میں وہاں تک چھوڑ کر آئیں گے۔

”انشارجہ والے دُنیا کے ملکوں سے اس ستم کی حد  
لینا چاہتے ہیں؟

”ہر قسم کی۔ جو جو بھی اس منصوبے میں استعمال میں  
لایا جائے والا ہے۔ وہ سب کچھ۔ چند موڑ تک اس  
منصوبے کا اعلان ہو جائے گا۔

”اوہ۔ اچھا۔ اس قدر جلد۔

”اس قدر جلد تو نیز نہیں ہو گا۔ کام۔ کئی دن تو  
بُری دُنیا کے سامنے تفصیلات رکھنے میں لگ جائیں گے۔

”آپ کو کیسے معلوم کر انشارجہ اس خلوق کے خلاف یہ  
پکھ کرنے والا ہے؟

ہمیں دیدم ہو گا تو کس کو معلوم ہو گا۔ اشتادجے لیے کام کرے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے واقع ہیں اور بے شمار برازوں سے آگاہ ہیں۔ اس کی تو ایک یکدی حرکت بحداری نظر میں ہے؟

”تو پھر کی خیال ہے۔ اشتادج اس حقوق کا راستا بد کے میں کامیاب ہو جائے گا۔“  
”ہرگز نہیں۔ اس کی ہر کوش پر پانی پھر جائے گا۔“  
اجبی اسے اس حقوق کی طاقت اور تعداد کا صحیح اندازہ نہیں پہنچتا۔ اس بار جیکان کی آواز ساتھی دی۔

”کماش! یہ مناظرِ یخنے کے لیے ہم بھی زندہ ہوں۔“  
”وہ دل، اس وقت تک زندہ ہوئے تو وہیں ہب کو یہ مناظر دکھا دیے جائیں گے، لیکن ایسا ہو گا۔“  
”میرا مطلب ہے۔ اپنے دلکشی کے سرد آدم بھری۔“  
”اٹھ ماںک ہے۔ انپکڑ جھیڈ نے سرد آدم بھری۔“  
”اب آپ ووک ولکڈوم کے سفر کے مزے میں میں اور بہت کام ہیں۔“

”کویا آپ یہاں سے اب کسی اور بہت میں جا رہے ہیں۔“  
”مل، باصل یہی بات ہے۔“  
”یہک بکھر نے چورخ کو از میکل بکھرنا۔“

اور ان کی آذانیں کانا بند ہو گئیں۔

اب آپ یہ کہتے ہیں ہم اپنکو جھیڈ پروفسر داد کی طرف مڑتے۔

”کہا کیسی ہے، ہم اس دادی میں جانا پا جائے تھے۔“

”لہذا ہم جا رہے ہیں۔“ انھوں نے کہا۔

”میں اشتادج کے پروگرام کی بات کو رہا ہوں۔“ کیا

اشتادج اس حقوق کو رد کرنے میں کامیاب ہو جائے گا؟“

”اس کے مصنوبے کی تفصیلات ساختہ ہوں تو کچھ کر سکتا ہوں۔“ انھوں نے جواب دیا۔

”لیکن ایسا جان۔ ہم تو جانا چاہتے ہیں۔“ رفت کے

اک پار۔ اور یہے جانتے ہوں، ہمیں صرف اس پار سکتے ہیں۔“

بھی پستھے اس پار تو پہنچ لو۔ خان رحمان نے مکرا کر لیا۔

”ابھی ابھی۔“ صدر بلیک اکٹ نے تینوں پارٹیوں کا

نام لیا ہے۔ گویا باقی دونوں پارٹیوں والوں پستھے ہی

چکا دی گئی ہیں۔“

”کچھ بخدا دی گئی ہیں یا پہنچا دی جائیں گی۔“ نکر دکر د۔

”اکٹ کی مخالفت اب ہو گئ رہے گی۔“ مکرا۔

”میں واہ۔“ تب تو پہنچ جائے کھڑا۔“ فرزانہ بنے خوش

ہو کر کہا۔

” مزا سے چارہ بھی کیا سوچتا ہو گا۔ فاروق نے

سنا کر کہا۔

” یکوں یکوں۔ کیا بات ہے؟ محمد جران ہو کر بولا۔

” یہ کہ، تم ہر وقت اسی کے تیچھے بڑے دہتے ہیں۔

” اس کے تیچھے پروفیسر داؤد بے خال کے عالم میں اب

” جی مزے کے تیچھے۔ فاروق بولا۔

” اودا اچھا۔ مرے کے تیچھے۔ ہمیں کیا کہا۔ مزے کے

” تیچھے۔ اماں جاڑا۔ کیا اوٹ پنائگ باتیں کر کے مجھے بھا

” اپنی پیٹ میں نے لیتے ہو۔ انھوں نے بختا کر کہا۔

” ساتھ ہی لاتھ پھایا۔ جو غان رحمن کی آنکھ پر جالگا۔

” وہ سملہ اُٹھے۔

” کیا کر رہے ہیں پروفیسر صاحب۔ ہم کبھی ہواں جذ

” میں نہیں۔ راکنڈوم میں ہیں۔ اور ایک دوسرے میں تھے

” بیٹھے ہیں۔ غان رحمن نے کھیا یاد دلایا۔

” اردے باپ رے۔ میں تو بالکل مجھول گیا تھا۔

” انھوں نے گھبرا کر کہا۔

” دیے چیز۔ اب کیا ہو گا؟ غان رحمن بولے۔

” ہونا کیا ہے۔ برف کے اس پار اور اس پار کی

یر گریں گے۔ عیش کریں گے۔ وہ مسکاتے۔

” اور صب سے ملاقات گریں گے۔ دہان باتیں کرنے

کی کس تقدیر فرستہ ہو گی۔ وادہ۔ فاروق نے چھڑا دیا۔

” فرستہ ہو گی۔ یہ کس احق نے کر دیا تم سے ہے؟ انپکٹر

چند نئے مذہب بنایا۔

” کیس کہا۔ آپ نے۔ فرستہ نہیں ہو گی۔

” نہیں۔ کام کرنا ہو گا۔

” نیچر کوئی بات نہیں۔ ہم کام کے دو دن باتیں کر

لیں گے۔

” کھبروں کی تعداد میں اس مخلوق سے دیکھ دینا ہو گی۔

” ارے باپ رے۔ جعلہ ہم اتنی تعداد سے کس طرح

لا گیں گے ابا جان؟ فرزاد نے روکھلا کر کہا۔

” اپنی عقل سے۔

” عقل بے چادی کی تو اتنی تعداد دیکھ کر ہی مٹی گم ہو

جائے گی۔ فاروق مسکایا۔

” بکس کی مٹی گم ہو جائے گی؟ پروفیسر چونکے۔

” بھی عقل کی۔ فاروق نے مسمی صورت بنائی۔

” یاد کیوں مذاق کرتے ہو۔ جعلہ عقل کی بھی مٹی ہوتی ہے۔

” اوہ ہو۔ بھی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔

• ہاں : یہ بھی تھیک ہے :

• راکٹوں میں سوار کرانے سے پہلے ان دو گوں نے  
ہماری تلاشیاں تک نہیں لیں ۔ گویا ہمارے، تھارداں  
سے بھی انھیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے :

• برف کی وادی میں یہ ہتھیار کیا کام آئیں گے  
اپکڑ جیش نے من بنایا ۔

• تو یہی دہاں برف کے ہتھیار کام آئیں گے ؟  
• یہ تو دہاں چل کر معلوم ہو گا ۔ خان رحمان  
نے کندھ سے آپکھاتے ۔

• یہاں جیسا چاہ رہا ہے ۔ اڑ کر دہاں پہنچ جاؤ ۔  
فائدوں سکو ایا ۔

• اور سُنئے ۔ ان کا جی چاہ رہا ہے ۔ یہ اڑ کر ہاں  
پہنچ جائیں ۔ گویا ہم اڑنہیں رہے، اپیدل چل رہے  
ہیں ۔ فرزانہ بولی ۔

• یار فائدوں ۔ کوئی تو عقل کی بات کی کرو ۔ نہیں  
نے اسے گھورا ۔

• خبردار ۔ کم از کم اس راکٹوں میں مجھ سے الجھے  
کی کوشش د کرنا ۔ ہاں ! یونچے اُترنے پر ضرور الجھیں ۔  
فائدوں نے گویا دھمکی دی ۔

• گوں ۔ راکٹوں میں کپوں نہیں ؟ پر و فیر داد نے حیران  
ہو کر پوچھا ۔

• لیکن راکٹوں پچکو لے نہ کھانے لگ جاتے ۔

• پر و فیر انکل ۔ اُپ اس راکٹوں کا جائزہ کیوں نہیں  
لے لیتے اس دوران میں ؟

• اودہ ہاں ۔ واقعی ۔ پر و فیر ۔ اس کام میں اپ  
کا ہاتھ بٹا سکتا ہوں، کیوں نہیں نے جگلی جہاز اڑاتے ہیں ؟

• بالکل تھیک، آؤ خلیل رحمان ۔

دو گوں اٹھ گئے اور راکٹوں کے انہوں کی طرف چلے گئے ۔

• اب ذرا ہم آزاداں بات چیت کر سکیں گے ۔ فائدوں بولا ۔

• گوں کیوں ۔ انکلڑ کہیں، ہمیں روکتے ہیں ۔

• ہم واقعی ۔ گوہ تو بالکل نہیں روکتے ۔ یہ تو ہم

خود ہی رک جاتے ہیں ۔

• پتا نہیں، کیا کہ رہے ہو ۔ اس سے بہتر ہے ۔

• یہ بھی ان کے پاس جا کر راکٹوں کا جائزہ لے لوں ۔ اپکڑ

جیش لے جملہ کر کہا اور اٹھ کر ان کی طرف بڑھ گئے ۔

• گوگرا اب راوی عیش، ہی عیش لکھتا ہے ۔

• راوی کو پتا نہیں عیش لکھنے کے موآتا، ہی کچھ نہیں ۔

• اس میں اس بے چارے کا بھی قصہ نہیں ۔ فائدوں بولا ۔

اُب نے اس کا جائزہ لے لیا ہے  
ابھی جائزہ عقل نہیں ہو سکا۔ اُب تو ہیں پہنچنے  
کی طرف توجہ دیتا ہو گی۔  
میں اس وقت انھیں بحیر سی آواز سنائی دی:  
”یہ آواز کیسی تھی؟“

”ایسا لگتا ہے۔ جیسے بادل گرجے ہوں۔“  
لیکن راکڑوم کے اندر بادل گرجنے کی آواز کس طرح  
آسکتی ہے۔ جب تک اس کا دروازہ نہیں کھلے گا، اس  
وقت تک باہر کی آواز اندر نہیں آسکتی۔  
”تب پھر راکڑوم کی آواز ہو گی۔“

”پھر تو...“  
الپکڑ جشید کی آواز درمیان میں رہ گئی۔ اس وقت  
ان سب کو ایک زبردست بھٹکا لگا تھا۔ اور ساتھ ہی اس  
کا دروازہ کھل گیا۔

”کس کی بات کر رہے ہو جسی؟“ محمود نے حیران ہو کر کہا  
”راوی کی اونکس کی۔“ فاروق نے اسے گھوڑا۔  
”میں بھا تھا، تم راوی کی بات کر رہے تھے۔“ محمود  
نے بھی جواب میں اسے گھوڑا۔

سرفت کے اس پار پہنچنے سے پہلے ہی تم دونوں کا  
دماغ چل گیا۔ اس پار پہنچ کر تو زبانے کیا ہو گا۔  
اور اگر ہم کہیں اُسیں پار پہنچ گئے تو۔ تو تو زبانے کیا  
کیا کچھ ہو گا۔ فرزاد نے بھٹکے ہوئے انداز میں کہا۔  
”ہوتا کیا ہے۔ بس ذرا نیتی مخلوق سے دو دو ڈھنے ہو  
جائیں گے۔“

”ہر شریں مخلوق کے ایک ایک فرد نے تو مادا نظام  
دہم برہم کر دکھا ہے۔ ہم وہاں جا کر محروم سے کیا  
لٹا لیں گے۔“

”دیکھا جائے گا۔ عقل بڑی ہے یا بھیں؟“  
”آج کے دو دو میں بھیں، ہی بڑی ہے۔“

”اد ہو۔ شاید ہم پہنچنے والے ہیں۔ راکڑوم کو جھٹکا کا  
ہے۔ گویا اب یہ میڈھا جانے کی بھتے یہی آتر رہا ہے۔  
”ضرور یہی بات ہے۔“ پروفیر داؤد نے ان کی طرف  
آتے ہوئے کہا۔

## دونام ایک پتا

رفت نے اس اجنبی کو حیرت بھری نظرہن سے بیکی  
اس کے چہرے پر ایک بہت طویل سفر کی تکالیف کے  
گماں صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ اندر آتے ہی وہ  
سے گرسی میں گرسی اور اپنے لگا۔ رفت اسے اپنے  
ہوتے دیکھتی رہی۔ منز سے پکھ دیوں۔ آخر اسے ہی  
بولنا پڑتا۔

”آپ پکھ پوچھیں گی نہیں مجھ سے ہے؟  
جی نہیں۔ آپ اگر بتانا چاہیں تو مگر ضرور ہوں گا۔  
اس نے من بنایا۔

”یکوں کیوں۔ آخر ایسی بھی کیا ہیزادی؟  
”ہیزادی کا انہمار ذکروں تو سیکروں۔ رفت نے  
اور بھی برا من بنایا۔

”بات سمجھدیں نہیں آتی؟

”بھی کیسے سختی ہے۔ دوسروں کی بحث میں آپ کی باتیں  
جنیں ساختی ہوں گی۔

”یہ کیسے کر دیا آپ نے؟

”آپ کے انداز نظر انداز سے۔ آپ کے چہرے سے  
ظاہر ہے کہ آپ دوسرے دوسرے کا سفر کے ۲۰ رہے ہیں، جبکہ  
ایسا ہے نہیں۔ رفتہ تھہرے ہوئے بجھ میں بولی۔

”یہ کہ۔ آپ نے۔ جب کہ ایسا ہے نہیں۔

”ہاں آپ سفر کے نہیں آ رہے۔ سفر کے آنے  
والوں کا انداز اختیار کر کے آ رہے ہیں۔

”کمال ہے، حیرت ہے، آپ لاٹکی ہیں یا کیا ہیں؟

”ہوں تو میں لوگی ہی، یہ کن ذرا اور قسم کی۔

”آپ سے مل کر ویسے بہت خوشی ہوتی۔

”اب محلہ کی بات کریں۔ کیا جھوٹ بولنے کے  
لئے آئے ہیں؟

”شوک برادری کہاں ہیں؟

”رات سے پہلے نہیں لوئیں گے۔ ایک ضروری کام  
کے لئے ہیں۔

”نہیں ایک ستم پر روانہ کرنا چاہتے ہیں میرے باس۔  
”ابھی تو مجھے بھی معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں۔ اور

ایک تو آپ بولتی بہت ہیں۔ میں ایک بات کہتا ہوں، آپ کمی کر جاتی ہیں۔

”میرے لئے نقص ہے اور میں اس نقص کو دُور کرنے کی کوشش کر رہی ہوں آج کل۔ اور آپ تک تو یہ عادت کافی حد تک کم ہو گئی ہے۔ آپ نے مٹا ہو گکا۔ پھر چوری سے چلا جاتا ہے، لیکن ہیرا پھری سے نہیں جاتا۔ مطلب یہ کہ اس میں چوری والی عادت پھر بھی باقی رہتی ہے۔ لہذا میں اس عادت سے رکھتے ہوں۔ لکھا بھی ہیچھا پھردا ہوں۔ ہیرا پھری تو پھر بھی کروں گی۔“

”وہ تو آپ کی باتوں سے ثابت ہے۔“ اس نے جھلکر کر کہا۔

”ابنے بات کی اس میم پر کوئی روشنی ڈال کتے ہیں۔ آپ ترقیت نے کہا۔“

”بھی نہیں۔ یہ کام باتیں کریں گے۔ انھوں نے آج ذات آٹھ بجے آپ دو گون کو بلا یا ہے۔ اگر آپ آگے تو وہ یہ کیس آپ کو دے دیں گے۔ درد کسی دُور سے باریکی ادارے کی خدمات حاصل کر لیں گے۔ لیکن ایسا زبردست کیس آپ کو آج تک مل نہیں ہو گا۔ آپ

سے آپ نے اپنے کی بات کا ذکر چھینا دیا۔ پھر اپنا تعارف تو کرا دیں۔

”میں رانا ہوں۔“

”چلیے مان لیا کہ آپ مانا ہیں۔ تو پھر اس سے کہا ہوتا ہے۔“

”میرے بات کا نام زاب فردی ہے۔“

”یعنی زاب فرد۔“ رفتہ چونکی۔

”میں۔ ان کا نام غالباً غفور تھا۔ غفور سے فرد میں گیا۔“

”جو کچھ بھی بناتے ہے۔ خوب بناتے ہے۔ آگے چلیے۔“

”میرے باتے کے ضرورت نہیں۔ ہم دوسروں کی دولت پر نظر نہیں رکھتے۔“

”بڑے بڑے کر جاتا چاہتے ہیں۔“ ان میں اس سے نہیں۔ لہذا اس سے کوئی فرق نہیں۔ پڑھتا کہ ہمارے پاس آئے والا کوئی کروڑ پتی ہے، ادب پتی ہے۔ یا پھر کوئی غریب آدمی ہے۔ پچ پچیں تو، ہمیں غریبوں کے کیس مل کرنے میں زیادہ مزا آتا ہے۔“

کی شہرت کامن سے باتیں کرنے لگے گی:

”ہمیں اس کا بھی شوق نہیں۔“ رفت نے تلکار کا۔

”اچھی بات ہے۔“ آپ نواب صاحب کا کارڈ  
مکہ میں۔ اب میں پلوں گا۔“

”چائے نہیں ہیں گے۔“

”نہیں مسکریں۔ آپ کی باقون سے، می پیٹھ بھر گیا۔  
اس نے مز بنایا۔ رفت مسکرا دی۔ اور وہ چلا گی۔  
ابھی آدمہ گھٹا نہیں ہوا تا کہ ایک کار آگر گزکی۔

شوکی برادر کا ملازم ان دونوں چھٹی پر تھا۔ اس نے  
شوکی برادر کی عدم موجودگی میں اسے دفتر میں بیٹھا پڑا۔  
ولہ تھا۔ اس نے پوچھ کر کار کی طرف دیکھا۔ کار  
میں سے ایک بست لبے قد کا آدمی آتے کر سوانح  
کی طرف آیا۔

”یہ شوکی برادر کا دفتر ہے نا؟“

”جی ہاں۔ آپ بھی آئیے۔“ رفت بولی۔

”آپ بھی آئیے۔ کیا مطلب؟“

”آپ کے چہرے پر سفر کے آثار نظر آ رہے ہیں  
نا۔ اس نے میں نے یہ بات کی ہے کہ آپ بھی  
آئیے۔ اس نے شوخ انداز میں کہا۔

میں سمجھا نہیں۔

”اس میں میرا کی قصور ہے۔“

”ہاں، لیکن میرا قصور بھی تو نہیں ہے۔“

”آپ تشریف رکھئے۔ میں جانتی ہوں۔ آپ یہ کہیں  
گے کہ آپ دورِ دراز کا ایک سفر طے کر کے آدھے ہیں،  
اُس بات کو رہنے دیں اور کوئی دوسروی بات کریں۔“

”آپ عجیب لڑکی ہیں۔“ دُو بھتا اٹھا۔

”ہو سکتا ہے میں عجیب ہوں۔ لیکن زیادہ امکان اس  
بات کا ہے کہ میں غریب ہوں۔“

”اچھا بابا۔ آپ جو بھی ہیں۔ شوکی برادر کہاں ہیں؟“

”ایک ضروری کام سے گئے ہیں۔ رات کے وقت  
تو میں گے۔“ اس نے بتایا۔

”اوہ اچھا۔ میرے باس ان سے ملن چاہتے ہیں؟“

”اور آپ کے باس کا نام کیا ہے۔ کھوں ہاں چاہتے  
ہیں؟“ رفت نے پوچھا۔

”ان کا نام ہے۔ سیٹھ امرد۔ اس شہر کے سب سے  
لے رہیں۔“

”دو گلی کی رو گئی؟“

”وہ کی کی کی۔ میں سمجھا تھیں۔“

"اگر امروز کے آخر میں 'د' لگا دی جائے۔ تو نام  
مکمل ہو جاتے گا"۔  
"آپ کو مذاق کرنے کی عادت ہے شاید۔"  
"شاید آپ کر سکتے ہیں۔ میں یقیناً کہ سختی ہوں۔"  
"اچھا بابا۔ میری بات سن لیں اب۔ میرے باس۔"  
"پہلے آپ اپنا نام بتائیں۔"  
"میں بانکا ہوں۔ میٹھے صاحب کا نام ہے۔ میٹھے امروز  
بنتا چکلا ہوں۔"

"نئے نئے نام سننے میں آہبے ہیں آج کل تو۔"  
اپنا رحم فرمائے۔ رفت نے گھبرا کر کہا۔  
"میں کیس کی ہے۔ یہ باس بتائیں گے۔ من مانگا معافز  
ویلے گے، یکن آج رات کو، ہی ملاقات خروڈی ہے۔"  
"وہ آئیں گے تو میں بتا دوں گی۔ اس نے کہا  
بانکا اٹھا اور باہر کی طرف جانے لگا۔ ایسے  
میں رفت نے کہا:

"آپ میٹھے صاحب کا پتا دینا بھول گئے؟"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔ لائیسے کاغذ پر لکھ دوں:  
اس لیے کہ میں ان کا کارڈ لانا بھول گیا ہوں۔"  
"کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ کارڈوں کے عادی نہیں۔"

ہیں۔ رفت مکرائی۔ اور کافدے کے فوٹ بیک میں  
رکھ دیا۔

رات کے ٹھیک آٹھ بجے شوکی برادرز کی واپسی ہوئی۔  
چہردوں پر تھکن کے آثار تھے:

"اسلام علیکم۔ رفت! ہی گی حال ہے؟"  
وعلیکم السلام۔ جی رہی ہوں۔ اس نے مدد بنایا۔

"تو اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور یہ بقاوی۔ کوئی آیا گی  
تو نہیں؟"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ دو آئے، دو گئے۔"  
"دو آئے، دو گئے۔ گویا دو ملاقاتی آئے تھے۔ شوکی  
لے اسے گھوڑا۔"

"ہاں آئے تھے۔ اور پھر پھل بھی گئے تھے۔ دونوں  
کے باس آپ لوگوں سے ملا پاہتے ہیں۔"

"تو وہ دونوں باسوں والے تھے۔ کمال پہنچنے  
لئے ہنس کر کہا۔"

"باس بھی میٹھے اور نواب قسم کے!"

"جلدی جلدی بتاؤ۔"

"یکن آپ لوگ بہت تھے ماندے ہیں؟"

"وہ تو ہم رہتے ہی ہیں۔ دن رات کام کریں گے

تو کیا چست ہے چالاک نظر آئیں گے؟

” تو اتنا کام نہ کیا کریں نا۔“

” ہم اتنا کام نہیں کرتے۔ اتنے کام ہمیں کرتے ہیں۔“

ملکمن نے جھلک کر کہا۔

” اچھا پہلے کہا کہا لیں تے۔“

” دیکھو رفتت۔ ایسی باتوں کے لیے اتنی جان کافی ہیں۔ تم کام کی بات کرو۔“

” اچھا اچھا۔ کافی پہنچ کا موڑ ہے۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔“

” عد ہو گئی یعنی کر۔ تو بد ہے تم سے۔ بلکہ دعوت تیرے کی بھی۔ شوک نے تبلکر کہا۔“

” کوئی رہ تو نہیں گیا تھا۔“

” لگ۔ کیا؟“

” بھی تیکے اور کلام وغیرہ۔ رفتت نے کہا۔“

” تم بتاتی ہو یا نہیں؟“

” اچھی بات ہے۔ ایک صاحب آئے تھے۔ اپنا نام

رانا بتا دے ہے تھے۔ باس کا نام ہے فردی۔“

” کیا کہا۔ خودی۔“

” خودی نہیں۔ فردی۔ ویسے بہتر تھا کہ ان کا نام

خودی ہوتا۔ رفتت بولی۔

” فردی۔ یہ کیا نام ہوا؟“

” ان کا پورا نام نواب فردی ہے۔“

” اچھا خیر۔ آگے چلو۔“

” وہ ایک یکس آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ من مالکا معادنہ بھی دیں گے۔ جو کہ آپ نہیں لیں گے۔“

” ہاں بالکل۔ یہ تو ہے۔ اشراق نے فردی کہا۔“

” وہ آج رات ہی آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔“

رفعت نے کہا۔

” اور دوسرے صاحب؟“

” ان کا نام بانگا ہے۔ ان کے بھی ایک باس ہیں۔ باس کا نام یہ ہے امرد ہے۔“

” نام خوب ہیں۔ پسند آئے۔ یہ کیا چاہتے ہیں؟“

” بھی آج رات کو ہی مٹا چاہتے ہیں۔ یہ بھی من مالکا معادنہ دے سکتے ہیں۔“

” من مالکے معادنے کی ایسی کی تیسی۔ شوکی نے چلا کر کہا۔“

” کیا بات ہے شوکی۔ رفتت نے کچھ کہا ہے۔ میں تو پہلے ہی کہتی ہوں۔ یہ لڑکی بہت چالاک ہے۔“

” اسے اپنے ساتھ نہ رکھو۔ کسی دن چکر دے جائے گی۔“

اندرونی دروازے سے ان کی والدہ کی آواز سنائی دی۔  
رفعت کا چہرہ بچھ مسائی گیا۔

”اور ہمارا کیا لے جائے گی۔ ہمارے پاس کیا ہے  
امی جان۔ لے جانے کے لیے تو شوکی نے برا مان کر کھا۔  
اسے اپنی والدہ کا رفتت سے جلتا بالکل پسند نہیں تھا  
یعنی وہ تھیں کہ جس روز سے رفتت ان کے ہاں آئی  
تھی، اس پر مجھے کتنی رہتی تھیں۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ جس روز یہ پکڑ دے گی  
اُس روز پوچھوں گی تم سے۔  
”اور ہماری زندگیوں میں ٹوہ دن کبھی نہیں آئے  
گا اتنی جان۔“

”جو جی میں آتے، کرو۔“ انھوں نے کہا اور پاؤں  
ٹھنڈی ہوتی پلی گئیں۔

”میرا تھیاں ہے۔ اب مجھے یہاں سے بستر بولنا پڑیں  
یا ناچاہیے۔ میں انکل جھیڈ کے ہاں جا کر رہ سنکن  
ہوں۔ انکل کامران مزا کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ انکل  
پروفیسر داؤد کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ انکل خان رحمان  
کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ اور انکل منور علی خان کے ساتھ  
رہ سکتی ہوں۔“ رفتت نے روٹے ہوئے کہا۔

”رفعت۔ تم اتنی جان کو بالکل غلط سمجھ رہی ہو۔  
یہ باتیں وہ اور اپر سے کرتی ہیں۔ اندر سے وہ تھیں  
ہست پسند کرتی ہیں۔“

”بالکل غلط۔ آخر اور اپر سے بھی وہ یکجوان کرتی  
ہیں۔ اگر اندر سے مجھے پسند کرتی ہیں۔“

”لہس ان کی عادت ایسی ہی ہے۔ اگر کو تو تھیں  
تجھہ کرایں۔“

”تجھہ۔ وہ کیسے؟“

”اچھی بات ہے۔ پڑتے یہ تجھہ رہو جائے۔“  
ہم نواب جمع سیٹھ یکجوان کے بارے میں بات کریں  
دیکھے۔ تم۔ میں اس کمرے میں دبکی رہتا۔ ہم مائیک  
آن کر دیتے ہیں۔ ہماری باتیں تم تک بالکل صاف  
ہیجنیں گی۔“

”اچھی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

رفعت کو وہیں چھوڑ کر وہ اندر داخل ہوئے۔

رفعت کی لامٹ بھا دی گئی تھی۔

”اتی جان! بہت بھوک لگی ہے۔ جلدی سے کھانا  
دے دیں۔“

”پتی لاڈلی سے کھو۔ وہی کھانا گرم کر دے گی۔“

انھوں نے بھٹاکر کہا۔

"کس لاڈلی کی بات کر دہی ہیں آپ؟"

"ہائیں۔ یک ماہ دو چار لاڈیاں دہتی ہیں جو انھوں

لے جران ہو کر کہا۔

والدہ سے کہا۔

"جی۔ یہ۔ یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ ابھی تھوڑی  
در پیٹ کیا کر رہی تھیں۔ وہی الفاظ سن کر تو وہ  
بے چاری دل برداشت ہوئی تھی۔"

"وہ۔ میں۔ مجھے تو فضول باتیں کرنے کی عادت  
میں ہو گئی ہے۔ وہ۔ وہ تو مجھے حد درجے عزیز ہے  
اور میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر تم اے د  
لا سکو۔ تو تم بھی نہ آتا۔"

"اور پھر میں یہ فرض رہ لیں گی آپ ہمچن نے جلدی  
جلدی کہا۔

"کروں۔ رہنا پڑتے ہجتا۔" وہ بولیں۔ ساتھ ہی  
ان کی انھوں میں آنسو آگئے۔ اور وہ کہنے لگیں:  
"رات کا وقت ہے۔ وہ آخر گماں جائے گی۔  
تم نے اے جانے کیوں دیا۔ جلدی کرو۔ اس کی  
تلائی میں نکلو۔"

"جی اچھا۔ ہم اس کی تلاش میں جاتے ہیں، لیکن  
ایک شرط پر۔"

"میں جانتی ہوں۔ تمہاری شرط کیا ہے۔ میں آئندہ  
اسے ایک لفظ بھی نہیں کوں گی۔ تم جاؤ بھی۔"

"میں۔ تو۔ اوه اچھا۔ آپ رفت کی بات /

دہی ہیں۔ وہ تو... شوکی کہتے کہتے رک گی۔

"وہ تو کیا؟ ان کی والدہ پونک کر دیں۔"

"وہ تو اُسی وقت چل گئی تھی۔ جب آپ نے ہمچل کے نام پر

کیا مطلب۔ کہاں پہلی گئی تھی؟"

"میں بھی۔ کیا ہمیں بتا کر جاتی وہ۔ شوکی نے

منہ بٹایا۔

"نن۔ نہیں۔ نہیں۔ ان کی والدہ چل لیں۔"

"کیا ہوا اتنی جان؟ ہمچن نے گھبرا کر کہا۔

"وہ نہیں چاہتی۔ اسے نہیں جانا چاہیے۔ جان۔

جا کر اسے تلاش کر کے لا۔ جلدی کرو۔ درد..."

انھوں نے کہا۔

"درد کیا؟ اشفاق جلدی سے بولا۔"

درد میں تھیں اپنًا درد میں نہیں بخشوں گی۔ الگ

انھوں نے کہا

”وہ دلائی ہے نکل کر دفتر میں آ گئے۔ رفتہ کی  
آنھوں میں بھی آنسو تھے۔

”میں۔ میں معافی چاہکا ہوں۔“

”اوہ اب تم یکوں رو رہی ہو۔“

”ان کی محنت نے مجھے رُلا دیا۔“

”اوہ اب چلیں۔ شوکی بولا۔“

”یکن اگر ہم اس قدر جلد اندر گئے تو وہ بکھ جائیں

گی کہ ہم نے ڈالما کیا ہے۔“

”یکوں۔ خیر۔ چند منٹ سپر کر سی۔“ مکھن نے کہا

”چند منٹ گزار کر آخر وہ اندر داخل ہوئے۔“

”ان کی والدہ دوڑ کر رفتہ سے پاش گھسیں۔ شان انہوں

بھی یہ منظر دیکھ کر روپڑے، انھوں نے بھی رفتہ

کو گلے سے لگایا۔“

”لھانا کھا کر وہ پھر دفتر میں آ بیٹھے۔ شوکی نے

رفتہ سے کہا،

”لاو۔ اب فواب فوری کا پتا دو۔“ ہم ان سے مل

کر آتے ہیں۔“

”اچا۔ اوہ بیٹھے امرد کا کیا کرنا ہے؟“ رفتہ نے

ذکر بکھوتے ہوئے کہا۔

”بھارے پاس پہنے فواب فوری گلا آدمی آیا تھا، لہذا  
امیں پہنے ان کے پاس جاتا چاہیے۔“

”یکن یہیٹھے امرد نے بھی دات کا وقت دے رکھا  
ہے۔“ رفتہ نے کہا۔

”تو پھر ہم دو حصوں میں تقسیم ہو کر پہنچے جاتے ہیں۔“  
مکھن نے کہا۔

”ہاں! یہ بھیک ہے۔“

”یہ اشفاق کو جاتھتے جاتا ہوں۔ مکھن اخلاق کے ساتھ  
جلائے گا۔“ شوکی بولا۔

انھوں نے ایک ایک پیٹاں اور ٹھہر سے نکل گئے۔  
پہنچے شوکی اور اشفاق کو ٹیکسی ملی۔ ہوہ منٹ بعد ہی مکھن  
اوہ اخلاق کو مل گئی۔

ان کی ٹیکسی یہیٹھے امرد کے پتے پر رکی تھی وہاں ایک  
اور ٹیکسی کھڑی تھی۔ اور اس ٹیکسی کے باہر شوکی اور اشفاق  
کھلے تھے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کر رہے تھے،  
یہیکی۔ آپ فواب فوری کی بجائے یہیٹھے امرد کی  
کوششی یکوں پہنے آئے۔ آپ کو تو دلائی جاتا تھا۔

”یکن ہم تلاکھاڑی پر کھے ہوئے پتے کے مطابق

آتے ہیں۔

"اور ہم بھی۔ اخلاق نے چران ہو کر کہا۔

"ذمہ دکھنا سیٹھ امرد کا پتا۔ شوکی بولا۔

شوکی نے دوفون پتے دیکھے۔ نام تو سیٹھ امرد اور  
فاب فوی کے لکھے ہوتے تھے، لیکن ان پر پتا ایک  
سی دفع تھا۔